21/-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں تم سب میں حسب و نسب کے لحاظ سے بہتر ہوں (الحدیث)

نسبِ نبویؐ پر بے مثال کتاب

مذہب المصطفیٰ فی آباء المصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

تالیف

صاحبزادہ محمد عبد الحسن الجامی السعیدی

خطیب جامع مسجد رشیدیہ ، سمن آباد ○ لاہور

ناشر: (دار العلوم) جامعہ رشیدیہ

نزد مین مارکیٹ سمن آباد ۔ لاہور

۷۸۶ / ۹۲

میں تم سب میں حسب و نسب کے لحاظ سے بہتر ہوں (الحدیث)

نسب نبوی پر بے مثال کتاب

مذہبُ الصّلحاء

فی

آباءِ المُصطفیٰ علیہ التحیّۃ والثناء

— تصنیف —

علامہ محمد عبدُ الرحمٰن الجامیؒ السّعیدی

ایم اے عربی / اسلامیات و گولڈ میڈلسٹ

— ناشر —

دار العلوم جامعہ محمدیہ رشیدیہ ۲۳۳-این نزد ڈونگی گراؤنڈ

سمن آباد - لاہور

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب — مذہب المصلیٰ فی آثار مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا

نام مؤلف — مولانا محمد عبدالرحمٰن جامی سعیدی

صفحات —— ۱۷۵

بار اول ——

تعداد — ۵۰۰

خوشنویس — محمد ارشاد

قیمت — ۳۵ روپے

تاریخ اشاعت — یکم اپریل سنہ ۱۹۹۲ء

قیمت خرید —— 21/ روپے

ناشر: (دار العلوم) جامعہ محمدیہ رشیدیہ

۲۳۳- این بلاک بالمقابل ڈونگی گراؤنڈ

سمن آباد - لاہور

بلغ العلےٰ بکمالہ

کشف الدجیٰ بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ

صلّوا علیہ و آلہ

فہرست مضامین

نمبر شمار — مشمولات — صفحہ

۷۸۶
۹۲

اِنتساب

امام اہلِ سنّت، غزالیٔ زمان، رازیٔ دوراں، سیّد المحققین سند المحدثین، امام الاتقیاء، السیّد احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ رحمۃً واسعۃً کے نام جن کی دعاؤں سے فقیر پر تقصیر اس لائق ہوا۔

ع گر قبول افتد زہے عز و شرف

خادم العلماء۔ محمد عبد الرحمٰن جامی سعیدی

۱۴۱۲ — ۵ — ۱۱ بروز پیر

تعارف مصنف

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔ اللہ وحدہ لا شریک اپنے حبیب پاک علیہ التحیتہ و التسلیمات کے طفیل اپنی عنایات و کرم اپنے بندوں پر فرماتا ہے ۔ کسی کو حسن و لطافت سے مالا مال فرمایا تو کسی کو نطق و سخن کا بحر بیکراں ۔ کسی کے حصے میں تفکر آیا تو کوئی تدبر و فراست سے بہرہ مند ہوا ۔ کسی کو جاہ و حشمت ملی تو کسی کو علم و عرفان کا تاج پہنایا ۔ احسان خداوندی اس کے سوا اور کیا ہو گا کہ زیر نظر کتاب " مذہب الصلحاء فی آباء المصطفیٰ " علیہ التحیتہ و الثناء کے مصنف صاحب زادہ مولانا قاری محمد عبد الرحمٰن الجامی السعیدی صغر سنی میں ہی علمی طور پر انتیاقد آور شخصیت کے روپ میں سامنے آئے ۔ یہ تقسیم ربانی ہے این سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے

رضینا قسمتہ الجبار فینا لنا علم و للجھال مال
ان المال یفنی لیس باق و ان العلم باق لا یزال

حالات زندگی

مولانا محمد عبد الرحمٰن ابن حافظ محمد حسین ابن حافظ اللہ بخش ابن حاجی غلام حسین ابن میاں محمد اسماعیل ابن میاں محمد یار ابن حضرت غوث محمد وریام رحمتہ اللہ ۔ حضرت غوث رحمتہ اللہ ۱۸۵۷ء کے غدر میں پاک پتن شریف سے ہجرت فرما کر جھنگ میں آباد ہوئے ۔ آپ کا مزار مقدس حضرت غوث پیر سید محمد جواد شاہ صاحب رحمتہ اللہ کے پہلو میں واقع ہے ۔ حضرت غوث محمد وریام رحمتہ اللہ اپنے وقت کے بلند پایہ بزرگ اور باکرامت ولی تھے ۔ ان کی اولاد جھنگ سے ہجرت کر کے ۱۹۳۴ء میں ملتان کے نواح میں آباد ہوئی ۔

ابتداء ہی سے یہ خاندان خدمت دین میں مصروف ہے ۔ مصنف کے نانا بزرگ حضرت الحاج محمد عمر حیات صاحب مدظلہ اس وقت بھی خدمت دین الٰہی میں مصروف ہیں ۔ ان کی ساری اولاد قرآن کریم کی حافظ ہے ۔

ولادت

مولانا جامی صاحب ضلع ملتان کے مشرقی علاقہ موضع کوٹھیوالا میں ۱۹۶۶ء کو اس علمی خاندان میں پیدا ہوئے اور اپنے نانا بزرگ کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی

تعلیم

نو سال کی عمر میں اپنے نانا بزرگ سے قرآن کریم حفظ کیا اور فارسی کی ابتدائی کتب پڑھیں پھر حضرت علامہ الحاج شیخ الحدیث مولانا محمد شریف صاحب رضوی کے جامعہ مظہرالعلوم دولت گیٹ ملتان میں گلستان سعدی تک فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد اپنے ماموں کے پاس جو اس وقت لاہور میں مسند تدریس پر فائز تھے جامعہ غوثیہ مسلم ٹاؤن میں صرف و نحو کی ابتدائی کتب پڑھیں ۔ پھر جامعہ عبیدیہ رحمانیہ ملتان میں حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقادر صاحب (مسند نشین حضرت خواجہ محمد عبیداللہ ملتانی رحمتہ اللہ علیہ) سے نور الانوار' شرح وقایہ' مقامات حریری' جلالین شریف تک اسباق پڑھے ۔ کچھ عرصہ آپ کراچی دارالعلوم حبیبیہ پرانی میمن مسجد میں حضرت علامہ سید محمد حسین گردیزی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی رہے ۔ اس کے بعد حضرت امام اہل سنت غزالی زماں رازی دوراں السید احمد سعید الکاظمی قدس سرہ کے زیر سایہ جامعہ عربیہ انوارالعلوم ملتان میں مشکوۃ شریف اور قصیدہ بردہ شریف کے اسباق پڑھے ۔

تجوید و قرات زینت القراء سید زوار حسین شاہ صاحب بخاری اور استاذ القراء مجودالعصر حضرت مولانا قاری گوہر علی صاحب قادری سے پڑھی ۔

۱۹۸۴ء میں حضرت قبلہ استاذ العلماء مفتی غلام سرور صاحب قادری کے حکم پر جامعہ غوثیہ رضویہ گلبرگ (II) لاہور میں تحصیل علم کے لئے تشریف لائے اور تمام فنون کی تکمیل حضرت قبلہ مفتی صاحب سے کی۔

دورہ حدیث شریف حضرت مولانا الحاج محمد عبدالعلیم سیالوی صاحب اور حضرت مولانا الشاہ مفتی غلام سرور قادری صاحب سے ۱۹۸۶ء میں پڑھا اور تنظیم المدارس پاکستان سے الشہادۃ العالمیہ کی سند درجہ ممتاز میں حاصل کی۔

علمی خدمات

اس کے بعد جامعہ غوثیہ گلبرگ ہی میں تین سال تک تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ اس دوران اجماع امت کی حجیت پر عربی زبان میں نہایت تحقیقی کتاب "الالماع فی حجیۃ الاجماع" لکھی جو آپ کی پہلی تصنیف ہے۔ لاہور کے جید علماء کرام نے آپ کو خراج تحسین پیش کیا اور اس کے ساتھ حضرت قبلہ مفتی صاحب کے فرمان پر رسالہ "حلف المدعی مع الشاھد الواحد" لکھا جو دیال سنگھ لائبریری نے ۹۸۸ ء میں شائع کیا۔ مصنف کا رسالہ اس موضوع پر پہلا تحقیقی رسالہ ہے۔ اس موضوع پر آج تک کسی صاحب علم نے قلم نہیں اٹھائی۔

آپ کچھ عرصہ استاذالقراء جناب قاری گوہر علی صاحب قادری کے مدرسہ جامعہ حسان بن ثابت وھاڑی میں نائب مہتمم بھی رہے اس دوران آپ نے دو کتابیں لکھیں ۱ "الاربعین من کلام سید المرسلین" ۲ "نفع الاموات بالدعاء بعد الصلوۃ"۔

پھر آپ جامعہ رضویہ سینٹرل کمرشل مارکیٹ ماڈل ٹاؤن لاہور میں نائب مفتی کی حیثیت سے تشریف لائے اور تاحال یہ خدمت سرانجام دیے رہے ہیں۔ آپ نے علماء دین کی فضیلت اور جاھل صوفیاء کی رد میں ایک معرکۃ الاراء کتاب "العلماء و الصوفیاء" بھی لکھی۔ جو ماہنامہ "البر" میں سات قسطوں میں شائع ہو چکی ہے۔

زیر نظر تصنیف بھی اس موضوع پر پہلی اور بے مثال کتاب ہے جس میں آپ نے آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نسب مبارک حضرت عبداللہ و حضرت آمنہ رضی اللہ عنہ سے حضرت آدم و حضرت حوا علیہما السلام تک تمام آباء و امہات کے ایمان کو قرآن و سنت کے واضح دلائل سے ثابت کیا ہے۔ نیز آپ نے عورت کی حکمرانی کے عدم جواز پر بھی عربی زبان میں ایک مدلل کتاب لکھی ہے جو ابھی زیر ترتیب ہے۔

رب لم یزل کا کرم عظیم ہے کہ اس نے آپ کو کم عمری ہی میں دولت علم سے نوازا اور اپنے دین مستقیم کی خدمت کی توفیق عطا فرمائی۔

بحضور خدائے قدوس دست بدعا ہوں کے وہ اپنے محبوب کریم رؤف و رحیم
علیہ التحیتہ والتسلیم کے صدقے سے آپ کی عمر دراز فرمائے اور اس طرح علم دین کی
خدمت کرنے کی ہمت عطا فرمائے۔

اللّٰھم زدہ علماً و رشداً بحق سیدالانبیاء والمرسلین

فقط دعاگو
الافقرالی الرب الاکبر
صاحبزادہ محمد اسمٰعیل قادری
ایم او ایل عربی، ایم اے اسلامیات
فاضل اردو
جھوک لشکر پور، ملتان
۹۱-۱۲-۲۹ بروز اتوار بمطابق ۲۱ جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیش لفظ

حمد و ثنا کے بعد خدائے بزرگ و برتر جل وعلا نے بنی نوع انسان پر یہ احسانِ عظیم فرمایا کہ ان میں اپنے پیارے محبوب سید الانبیا حضرت محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کو مبعوث فرمایا۔ اور آپ کو اپنی ساری مخلوق میں مقام و مرتبہ اور حسب نسب کے لحاظ سے افضل و اعلیٰ بنایا۔

میں نے زیرِ نظر کتاب "مذہب الصلحاء فی آباء المصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء" (جو فاضل نوجوان حضرت مولینا محمد عبدالرحمٰن جامی کی تصنیف ہے) کا اوّل سے آخر تک بغور مطالعہ کیا۔ اس موضوع پر اس کتاب کو نہایت ہی معتبر و مستند اور نہایت ہی عظیم پایا۔ ربِ ذوالجلال کا یہ عظیم احسان ہے کہ مصنف کو اس موضوع پر پہلی اور نہایت ہی تحقیقی کتاب لکھنے کی ہمّت عطا فرمائی۔ علماءِ کرام کے لئے اس کتاب کا مطالعہ نہایت ہی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مصنّف کے علم و عمل میں برکت دے اور ان کی تصنیفات کو مقبولِ خاص و عام بنائے۔ مصنّف کی یہ بلند پایہ تصنیف روایات و حکایات کی تصویر نہیں بلکہ اس موضوع پر ایسی جامع اور مکمّل کتاب ہے،

جس کے مطالعہ کے بعد کسی اور کتاب کی ضرورت نہیں رہتی - میں وثوق سے کہتا ہوں کہ زیرِ نظر کتاب کو پڑھ کر ہر شخص اپنا ظرفِ تمنّا لبریز کر لے گا۔

خدائے قدوس کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ فاضل مصنف نے کتاب ہٰذا کو ترتیب و تدوین کے بعد زیورِ طبع سے آراستہ کر دیا ہے۔ جس کی تابانیاں علماءِ کرام اور عوام اہلِ سنّت کے لئے ہمیشہ مشعلِ راہ کا کام دیں گی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نسب مبارک کی مکمل تفصیل اور آپ کے تمام آباء و امہات کے ایمان کے ثبوت پر اس قدر دلائل یکجا کرنا ایک بڑا کارنامہ ہے جس کو مولانا جامی نے اچھی طرح انجام دیا۔

فجزاہ اللہ عنا خیر الجزاء

فقط

خادم العلماء غلام کریم نظامی
شیخ الحدیث جامعہ غوثیہ رضویہ مین مارکیٹ
گلبرگ، لاہور

مورخہ ۲۳ جمادی الثانی سنہ ۱۴۱۲ھ
مطابق ۳۰ دسمبر سنہ ۱۹۹۱ء
یوم دوشنبہ مبارکہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین ٥ خالق السموات والارضین
الذی خلق نور حبیبہ قبل جمیع المخلوقین
ثم اودعہ فی اصلاب الانبیاء والساجدین
وبیّنہ بقولہ : وتقلبک فی الساجدین ٥
و الصلوۃ و السلام علی سید الانبیاء و المرسلین ٥
الذی ارسل بالمؤمنین رؤف الرحیم ٥ خیر
الخلیقۃ و ازکاھا حسبا و نسبا فی العالمین ٥
و تنقل نورہ من ارحام الطاھرات و اصلاب
الطاھرین و علی الہ و اصحابہ و اٰبائہ اِلی
یوم الدین ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥
قد قال اللہ تعالیٰ : لقد جاءکم رسول
من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم
بالمؤمنین رؤف الرحیم ٥ نبی سری
سیّد ، شریف ، سخیّ ، قدرہ علی ، و برھانہ
جلی : افضل الخلق اما و ابا و ازکاھم حسبا و نسبا
خلق اللہ لاجلہ الکونین و اقرّبہ من کل
سوء من الحسنین بطینین ، وجعلہ نبی الانبیاء

ادم منجدل فی طینته وکتب اسمه علی العرش اعلاما
بمرتبته عنده وفضیلته، وتوسل به آدم فتاب علیه
اخبره انه لولاه ما خلقه وناهیك بها مزیة لدیه

نبی خص بالتقدیم قدما وآدم بعد فی طین وماء

کریم بالحیا من راحتیه بجود وفی المحیاء بالحیاء

الله ملکه الجنان وخصه بطهارة النسب تعظیما
شانه، وحفظ ابائه من الدنس تتمیما برهانه،
جعل کل اصل من اصوله خیر اهل زمانه، القی الله
وره فی جبهة آدم وهو الدرة الفاخرة، ثم لم یزل
لله ینقله من الاصلاب الکریمة الی الارحام
طاهرة، حتی بعثه رسولا الی الخلق کافه، من الانس
الجن والملائکة الصافة:

اما بعد: زمانہ قدیم سے اہلِ سنت کا یہ مذہب چلا آرہا ہے کہ
کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین طیبین وطاہرین، مومن
د، صالح و متقی تھے۔ اور اکثر آئمہ اعلام مثلاً امام جلال الملۃ والدین
الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی رضی اللہ عنہ، امام الائمہ، مجدد الامت الفخر
ی اور امام اہلِ سنّت مولانا احمد رضا القادری رحمہما اللہ اور ان کے علاوہ
یاً تیس ائمہ اعلام نے اس موضوع پر کتابیں لکھیں جن کے اسمائے گرامی
ں الاسلام لاصول الرسول الکرام کے آخر میں درج ہیں اور ان ائمہ نے
ل قاہرہ و براہین قاطعہ سے ثابت کیا کہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ
وسلم کے جمیع آباء و امہات حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور سیدہ آمنہ رضی اللہ

عنہا سے حضرت آدم و حضرت حوا علیہما السلام تک مومنین ، مومنات اور محبوبانِ خدا تھے - ان میں کوئی ایک بھی غیر مسلم نہ تھا - ان ائمہ اعلام کی پیروی کرتے ہوئے محض اس غرض سے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے وسیلہ سے مجھے اپنے محبوبین بندوں میں شامل فرمائے اور یہ عظیم کتاب میرے گناہوں کا کفارہ ہو اور عوام اہلِ سنت اس سے مستفید ہو کر مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں -

یہ مختصر سا تحفہ اہل سنت کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ جو اس کتاب کو پڑھ کر مسرور ہو وہ مجھ فقیر کے حق میں دنیا و آخرت کی بھلائی کے لئے ضرور دعا فرمائے - اس کتاب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نسب مبارک حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے حضرت آدم علیہ السلام تک بیان کیا ہے اور دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء کرام مومن ، موحد تھے اور اپنی استطاعت کے مطابق آپ کے نسب مبارک کی پوری تفصیل ذکر کر دی ہے - اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو شرف قبولیت عطا فرمائے ، آمین ،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب مبارک کی فضیلت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب مبارک تمام نسبوں سے اعلیٰ و افضل اور نہایت ہی پاکیزہ ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد سب مومن، موحد، متقی پرہیزگار اور اللہ تعالیٰ کے محبوب تھے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ آیت نمبر ا

الذی یراک حین تقوم وتقلبک فی الساجدین (الشعراء آیت نمبر ۲۱۹)

جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو

یعنی جب آپ کا نور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبد اللہ تک پاک پشتوں میں پاک شکموں میں گردش کرتا رہا تھا۔ ہم دیکھتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ حضور کے تمام آباؤ اجداد مومن، مؤحد، حق تعالیٰ کے عابد تھے۔ ان میں کوئی کافر، فاسق نہ تھا (نور العرفان)

بعض مفسرین نے فرمایا اس آیت میں ساجدین سے مراد مومنین ہیں اور معنی یہ ہیں کہ زمانہ حضرت آدم وحوا علیہما السلام سے لے کر حضرت عبد اللہ و آمنہ تک مومنین کی اصلاب وارحام میں آپ کے دورے کو ملاحظہ

فرماتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے تمام اصول آباؤ اجداد حضرت آدم علیہ السلام تک سب کے سب مومن ہیں (خزائن العرفان)

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام جلال الدین سیوطی متوفی سنہ ۹۱۱ھ تفسیر در منثور ج ۵ ص ۹۸ میں، اور علامہ محمد بن علی بن محمد الشوکانی متوفی سنہ ۱۲۵۰ھ فتح القدیر ج ۴ ص ۱۲۲ میں اور علامہ علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی الخازن متوفی سنہ ۷۰۵ھ، لباب التاویل ج ۵ ص ۱۲۹، اور امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی متوفی سنہ ۵۱۶ھ معالم التنزیل ج ۵ ص ۱۲۹ میں،

بروایت حضرت عطا اور امام ابو الفرج جمال الدین عبد الرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی القرشی البغدادی متوفی سنہ ۵۹۷ھ زاد المسیر ج ۶ ص ۱۴۸ میں بروایت حضرت عکرمہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اور امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی متوفی سنہ ۶۷۱ھ الاحکام القرآن ج ۱۳ ص ۱۴۴ میں سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں: کہ آپ نے فرمایا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مومنین کی اصلاب میں رہے یہاں تک کہ آپ نبی مبعوث ہوئے۔

امام سیوطی کی عبارت یہ ہے:	قال السیوطی
امام ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ اور امام ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں اللہ تعالیٰ کے فرمان "وتقلبک فی الساجدین" کی تفسیر میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا	اخرج ابن ابی حاتم وابن مردویہ وابو نعیم فی الدلائل عن ابن عباس فی قولہ وتقلبک فی الساجدین، قال مازال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

يتقلب فی اصلاب الانبیاء حتی ولدته امه:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انبیا کی پشتوں میں گردش کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کو آپ کی والدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے جنم دیا۔

(وقال الشوکانی) اخرج ابن ابی عمر العدنی فی مسنده والبزار وابن ابی حاتم والطبرانی وابن مردویه، وابو نعیم فی الدلائل عن ابن عباس قال: من نبیّ الی نبی حتی اخرجت نبیّا:

(شوکانی کی عبارت یہ ہے) ابن ابی عمر العدنی نے اپنی مسند میں اور امام بزار، ابن ابی حاتم اور امام طبرانی ابن مردویہ اور امام ابو نعیم نے دلائل میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یوں ہی روایت کی ہے)

وقال ابن کثیر: روی البزار: وابن ابی حاتم من طریقین عن ابن عباس انه قال فی هذه الآیة یعنی تقلبه من صلب نبی الی صلب نبی حتی اخرجه نبیّا:

ابن کثیر کہتے ہیں امام بزار اور ابن ابی حاتم نے سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو دو سندوں سے روایت کیا ہے

وقال القرطبی عن ابن عباس: ای فی اصلاب الآباء آدم ونوح وابراهیم حتی اخرجه نبیّا:

(امام قرطبی کہتے ہیں) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آدم، نوح، حضرت ابراہیم علیہم السلام کی پشتوں میں رہے یہاں تک کہ آپ کو اللہ تعالی نے نبی مبعوث فرمایا۔

اور علامہ سلیمان الجمل فتوحات الٰہیہ میں، اور علامہ احمد صاوی المالکی حاشیہ جلالین میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

والمراد بالساجدین المؤمنین: والمعنی یراک متقلبا فی اصلاب وارحام المؤمنین من لدن آدم وحواء الی عبداللہ و امنة، فجمیع اصولہ رجالا ونساء مومنون (الجمل ج ۳ ص ۲۹۶ وصاوی ج ۳ ص ۱۸۴)

ایک سوال اور اس کا جواب

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باپ آزر کافر تھے لہٰذا یہ کہنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء، سب کے سب مومن تھے، درست نہیں۔ اس کے دو جواب ہیں:

ایک یہ ہے کہ آزر سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باپ نہیں بلکہ چچا ہیں۔ اور عربی زبان میں چچا اور دادا کو بھی "اب" یعنی باپ کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں اس کے شواہد موجود ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ ہے، اور وہ مومن، موحد تھے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر مان بھی لیا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر تھے تو پھر ہمارے قول کا مطلب یہ ہے کہ "جب تک نور محمدی ان کی صلب میں جلوہ گر رہا، تب تک وہ موحد تھے۔ اس طرح جس کی پشت میں نور محمدی جلوہ فرما ہوا تب وہ موحد، مومن رہے۔ لہٰذا اگر ان میں سے کسی سے کفر و شرک کا صدور ہوا تو وہ انتقال نور محمدی کے بعد ہوا۔ (صاوی علی الجلالین ج ۳ ص ۱۸۴) اس جواب کو علامہ سلیمان

الجمل نے احسن جواب قرار دیا ہے۔

(فتوحات الٰہیہ ج ۳ ص ۲۹۶)

قاضی ثناء اللہ مظہری متوفی ۱۲۲۵ھ بروایت عطا سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قولِ مذکور کو رقم کرنے کے بعد رقم طراز ہیں:

لكن في هذا التاويل ليس كمال المدح لاشتراك قريش بل جميع الناس فيه بل الاولى ان يقال المراد منه تقلبك من اصلاب الطاهرين الساجدين لله الى ارحام الطاهرات الساجدات ومن ارحام الساجدات الى اصلاب الطاهرين اى الموحدين والموحدات حتى يدل على ان آباء النبي صلى الله عليه وآله وسلم كلهم كانوا مومنين:

لیکن اس تاویل میں کمالِ مدح نہیں کیونکہ اس میں قریش بلکہ تمام لوگ شریک ہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاک لوگوں، اللہ کے حضور عابدوں کی پشتوں سے پاک عورتوں، اللہ کے حضور سجدہ کرنے والیوں کے بطنوں کی طرف اور عابدہ عورتوں کے رحموں سے پاک پشتوں کی جانب یعنی موحدین اور موحدات کی طرف منتقل ہوتے رہے تاکہ اس سے یہ ثابت ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء مومنین تھے۔

كذا قال السيوطى: و قال الحافظ شمس الدين بن

امام سیوطی نے ایسے ہی فرمایا ہے اور امام حافظ شمس الدین دمشقی نے

ناصر الدين الدمشقي : ٤
وينقل احدٌ نوراً عظيماً :
تلألأ في وجوه
الساجدين : تقلب فيهم
قرناً فقرناً : الى ان جاء
خير المرسلين ومما
يؤيّد هذا التاويل ما
رواه البخاري في الصحيح
عنه صلى الله عليه وسلم
قال بعثت من خير قرون
بني آدم قرناً فقرناً حتى
بعثت من القرن الذي
كنت فيه :

وروى مسلم من حديث
واثلة بن الاسقع قوله
صلى الله عليه وسلم ان
الله اصطفى من ولد ابراهيم
اسمٰعيل واصطفى من بني اسمٰعيل
بني كنانة قريشا واصطفى
من قريش بني هاشم
واصطفاني من بني هاشم

فرمایا: وہ عظیم نور (ہر ایک کی طرف)
منتقل ہوتا رہا اور اللہ کے
حضور سجدہ کرنے والوں کے چہروں میں
چمکتا رہا۔ اور ہر دور میں ان کی
پشتوں میں دورے کرتا رہا۔ یہاں
تک کہ وہ سید المرسلین تشریف
لائے اور اس تاویل کی تائید وہ
حدیث کرتی ہے جو امام بخاری نے
اپنی صحیح میں روایت کی کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں
بنی آدم کے خیر القرون میں مبعوث ہوا
میں ہر زمانہ میں منتقل ہوتا رہا یہانتک کہ میں
اس زمانہ میں مبعوث ہوا جسمیں میں اب ہوں۔
اور وہ حدیث جو امام مسلم نے (اپنی
صحیح میں) حضرت واثلہ بن الاسقع
سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام
کی اولاد سے اسمٰعیل علیہ السلام کو چنا،
اور اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے بنی
کنانہ کو چنا اور بنی کنانہ سے قریش کو چنا
اور قریش سے بنی ہاشم کو چنا اور بنی ہاشم
سے مجھے چنا۔

وروی البیھقی فی دلائل النبوۃ من حدیث انس قال ما افترق الناس فرقتین اِلا جعلنی اللہ من خیرہ فاخرجت من ابویّ ولم یصبنی شیئ من عھد الجاھلیۃ خرجت من نکاح لم اخرج من سفاح من لدن آدم حتی انتھیت الی ابی وامی فانا خیرکم نفساً وخیرکم ابا :

(تفسیر مظہری ج ۷، صـ ۸۹-۹۰)

اور وہ حدیث جو امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جبھی لوگ دو گروہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے بہتر گروہ میں رکھا۔ پس میں اپنے والدین کے بطن سے پیدا ہوا۔ اور مجھے زمانہ جاہلیت کی کوئی چیز نہیں پہنچی۔ میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں، زنا سے پیدا نہیں ہوا۔ آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر اپنے والدین حضرت عبد اللہ وسیدتنا آمنہ رضی اللہ عنہما تک، پس میں اپنی ذات اور نسب کے لحاظ سے تم سب سے افضل ہوں۔

ان احادیث سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہوا کہ آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبد اللہ تک اور حضرت حوا سے لیکر سیدہ آمنہ تک نبی کریم رؤف الرحیم کے تمام آبا ر و امہات مومنین تھے اور وہ دین اسلام پر تھے ان میں سے کوئی بھی فاسق و فاجر نہ تھا

ایک اور سوال اور اس کا جواب

یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ آیت مذکورہ سے نبی کریم رؤف الرحیم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء کے مومن ہونے پر استدلال درست نہیں۔

ایمانِ آباء پر اس آیت سے استدلال روافض نے کیا، اور یہ انہیں کا مذہب ہے۔ چنانچہ امام فخر الدین رازی مفاتیح الغیب میں اور علامہ اسماعیل حقی روح البیان میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

واستدل بها الرافضة علی ان آباء النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کانو مومنین۔

یعنی اس آیت سے روافض نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء کے مومنین ہونے پر استدلال کیا ہے۔

(روح البیان جلد ۶ صہ ۳۱۳، مفاتیح الغیب زیر آیت مذکورہ)

جواب:

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اہلسنت نے اس آیت سے ایمانِ آباء کرام پر استدلال نہیں کیا اور ہم نے تفصیل سے ذکر کر دیا ہے کہ آئمہ اہل سنت نے بلکہ اکثر اہل سنت نے اس آیت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء کرام کے مومن ہونے پر استدلال کیا ہے۔

چنانچہ امام ابو الفضل شہاب الدین السید محمود الآلوسی البغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

واستدل بالآیة علی ایمان ابویه صلی اللہ علیه وآله وسلم کما ذهب

یعنی اس آیت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے مومن ہونے پر استدلال کیا ہے جیسا کہ

اليه كثير من اجلة اهل السنة : وانا اخشى الكفر على من يقول فيهما رضى الله عنهما على رغم انف على القاري واضرابه قالوا بضد ذلك
(روح المعانی ج ۱۹ ص ۱۲۴)

اجلہ اہل سنت میں سے بہت سے آئمہ کا یہی مذہب ہے اور مجھے اس شخص کے متعلق کفر کا اندیشہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے بارے میں چہ میگوئیاں کرتا ہے۔ ملا علی قاری اور اس کے ہم خیال لوگوں کا ناک خاک آلود ہو کہ وہ اس کے برعکس کہتے ہیں۔

اور علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ روح البیان میں لکھتے ہیں:

وحق المسلم ان يمسك لسانه عما يخل بشرف نسب نبينا عليه السلام ويصونه عما يتبادر منه النقصان خصوصا الى وهم العوام۔

(روح البیان جلد ۶ ص ۳۱۳)

یعنی مسلمان کا حق یہ ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب مبارک کے بارے میں ایسی بات کہنے سے اپنی زبان روکے رکھے۔ جس سے آپ کے نسب کی فضیلت میں کمی آئے۔ اور جس سے آپ کے مقام ومرتبہ میں نقصان لازم ہو خصوصاً وہ بات جس سے عوام وہم میں مبتلا ہوں۔

اور یہ بات ہر ذی شعور بخوبی جانتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب مبارک کے متعلق ایسی بات کرنا جس سے آپ کے نسب مبارک

کی فضیلت میں کمی آتی ہے اور اس بات سے عوام وہم میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اس لئے لازم ہے کہ ہر مسلمان آپ کے نسب مبارک کے بارے میں ایسی بات لکھنے سے باز رہے۔

نیز علامہ اسماعیل حقی حضرت عبدالمطلب کے متعلق لکھتے ہیں :۔

والاشھر انہ کان علی ملۃ ابراھیم ای لم یعبد الاصنام (ج ۶ ص ۳۱۴)

یعنی زیادہ مشہور یہ ہے کہ حضرت عبدالمطلب ملّت ابراہیمی پر تھے۔ یعنی انھوں نے بتوں کی پوجا نہیں کی۔

ضروری وضاحت

ملا علی قاری کے متعلق صاحب روح المعانی علامہ محمود آلوسی کی جو تنقید گزری اس سے کسی کو یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ ملا علی قاری حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو مومن نہ سمجھتے تھے۔ اس بارے میں ہم ضروری وضاحت کرنا چاہتے ہیں کہ یہ درست ہے ملا علی قاری پہلے حضور کے والدین کریمین کے متعلق یہی کہتے تھے کہ وہ مومن نہیں تھے اور انہوں نے اس پر ایک رسالہ بھی لکھا۔

امام ابن حجر مکی کا خواب

ملا علی قاری نے جب وہ رسالہ لکھا تو ان کے استاذ امام ابن حجر مکی نے خواب میں دیکھا کہ ملا علی قاری چھت سے گرے اور ان کا پاؤں ٹوٹ گیا اور یہ کہا گیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کی توہین

کرنے کی سزا ہے ۔ تو واقعہ ایسا ہی ہوا کہ ملا علی قاری چھت سے گرے اور ان کا پاؤں ٹوٹ گیا ۔ چنانچہ علامہ عبدالعزیز پرہاروی شرح العقائد میں لکھتے ہیں :

وعارضه (ای السیوطی) علی بن سلطان القاری برسالة فی اثبات کفرهما فرای استاذه ابن حجر مکی فی منامه ان القاری سقط من سقف فانکسرت رجله فقیل هذا جزاء اهانة والدی رسول الله صلی الله علیه وسلم فوقع کما رأی ۔

(النبراس ص۵۲۶)

اور ملا علی قاری نے بعد میں اپنے اس قول سے توبہ کر لی ۔ ملا برخوردار اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں : وفقلت توبة عن ذالک فی القول المستحسن (حاشیہ نبراس ص۵۲۶)

لیکن ہوسکتا ہے علامہ آلوسی کو ملا علی قاری کی توبہ کا علم نہ ہوا ہو ۔ لہٰذا علامہ آلوسی کے اس قول سے ملا علی قاری پر کوئی اعتراض وارد نہ ہوگا

آیت نمبر ۲

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ولعبد مؤمن خیر من مشرک (البقرہ آیت ۲۲۱) البتہ مسلمان غلام بہتر ہے مشرک سے ۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ۔ میں ہر زمانہ اور ہر طبقہ میں بنی آدم کے تمام طبقات کے بہتر طبقہ میں بھیجا گیا ہوں ۔ یہاں تک کہ میں اس زمانہ میں ہوا جس میں پیدا ہوا ۔ (بخاری شریف)

اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی حدیث صحیح میں ہے

لم یزل علی وجه الدهر فی الارض سبعة مسلمین فصاعدا فلولا ذالك هلكت الارض ومن علیها (مصنف عبد الرزاق: عن معمر عن ابن جریج عن ابن المسیب عن علی رضی الله عنه)

یعنی روئے زمین پر ہر زمانے میں کم از کم سات مسلمان ضرور رہے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین اور اہل زمین سب ہلاک ہوجاتے اس حدیث کو امام اجل عبد الرزاق شاگرد امام ابوحنیفہ اور استاذ امام بخاری نے حضرت معمر سے وہ ابن جریج سے وہ سعید بن المسیب سے، انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔

وقد اخرجه ابن المنذر فی تفسیره عن اسحاق بن ابراهیم الدبری (مسالك الحنفا ص۲۴) واخرج الامام بن حنبل فی "الزهد" والامام الخلال فی كتاب "كرامات الاولیاء" بسند صحیح علی شرط الشیخین عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: ماخلت الارض من بعد نوح من سبعة

اور امام ابن منذر نے اپنی تفسیر میں اسحاق بن ابراہیم سے روایت کیا اور امام احمد بن حنبل نے اپنی کتاب "الزہد" میں اور امام خلال نے اپنی کتاب "کرامات اولیا" میں بسند صحیح حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ:
نوح علیہ السلام کے بعد سے ہمیشہ زمین ایسی سات شخصیتوں سے خالی نہیں رہی۔

يدفع الله تعالى بهم عن اهل الارض : و اخرج الازرقي في "تاريخ مكة" عن زهير بن محمد نحوه : واخرج الجندي في "فضائل مكة" عن مجاهد : مثله (مسالک الحنفا ص ۲۴، ۲۵)	جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اہلِ زمین سے مصائب کو دور فرماتا ہے اور اس حدیث کو امام ابوالولید محمد بن عبدالکریم الازرقی متوفی ۲۲۳ھ نے اپنی کتاب تاریخ مکہ میں حضرت زہیر بن محمد سے اسی طرح روایت کیا۔ اور امام جندی نے اپنی کتاب فضائل مکہ میں حضرت مجاہد سے اسی طرح روایت کیا

جب صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ روئے زمین پر ہر زمانہ و ہر طبقہ میں کم از کم سات مسلمان اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ضرور رہے ہیں اور خود صحیح بخاری شریف کی حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن سے پیدا ہوئے وہ لوگ ہر زمانہ اور ہر طبقہ میں بہتر طبقہ سے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فرمان سے یہ ثابت ہے کہ کافر اگرچہ کیسا ہی عزت و شرف والا ہو وہ کسی مسلمان غلام سے بھی بہتر نہیں ہو سکتا۔ تو ثابت ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباؤ امہات ہر زمانہ اور ہر طبقہ میں انہیں بندگانِ خدا میں سے تھے، صالح اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں سے تھے۔ ورنہ معاذ اللہ۔ بخاری شریف میں ارشاد محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، قرآنِ کریم میں ارشاد حق جل جلالہ کے مخالف ہوگا۔ اور یہ ناممکن ہے۔ یہ دلیل امام الائمہ جلال الدین سیوطیؒ اور امامِ اہلِ سنت سیدی و مولائی الشاہ احمد رضا خاں بریلوی نے افادہ فرمائی۔

آیت نمبر ۳: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: انما المشرکون نجس (التوبہ: آیت نمبر ۲۸) مشرک تو ناپاک ہی ہیں۔ اور حدیث شریف میں ہے۔ حضور سید الانبیا والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

لم یزل اللہ ینقلنی من الاصلاب الطیبۃ الطاہرۃ مصطفیً مہذّبا لا یتشعب شعبتان الا کنت فی خیرھما: اخرجہ الامام ابونعیم فی: دلائل النبوۃ: من طرق عن ابن عباس رضی اللہ عنہما

ہمیشہ اللہ تعالیٰ مجھے پاک ستھری پشتوں میں منتقل فرماتا رہا۔ صاف ستھرا مزیّن، جب دو شاخیں پیدا ہوتیں، میں ان میں بہتر شاخ میں تھا۔ اس حدیث کو امام ابونعیم نے "دلائل النبوۃ" میں کئی سندوں سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔

واخرج مسلم والترمذی وصححہ عن واثلۃ بن الاسقع قد مر الحدیث بلفظ: صحیح مسلم

اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور امام ترمذی نے اپنی سنن میں حضرت واثلہ بن اسقع سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا اور امام ابوقاسم نے "فضائل عباس" میں حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے

وقد اخرجہ الحافظ ابوالقاسم حمزۃ بن یوسف

السهمي في : فضائل العباس
من حديث واثلة
بلفظ : ان الله اصطفى
من ولد آدم ابراهيم
واتخذه خليلا واصطفى
من ولد ابراهيم
اسماعيل ثم اصطفى من
ولد اسماعيل نزارا ثم
اصطفى من ولد نزار مضر
ثم اصطفى من مضر كنانة
ثم اصطفى من كنانة
قريشا ثم اصطفى من
قريش بني هاشم ثم
اصطفى من بني هاشم بني
عبد المطلب ثم اصطفاني
من بني عبد المطلب اورده
المحب الطبري في : (ذخائر العقبى
مسالك الحنفا صـ ٢١)
واخرج ابن سعد
عن ابن عباس رضي الله
عنهما قال قال رسول الله

اولادِ آدم سے حضرت ابراہیم
علیہ السلام کو چنا اور انہیں اپنا
خلیل بنایا اور اولادِ ابراہیم علیہ
السلام سے حضرت اسماعیل
علیہ السلام پھر اولاد اسماعیل
علیہ السلام سے نزار کو ، پھر
بنی نزار سے مضر کو

پھر بنی مضر سے کنانہ کو
پھر بنی کنانہ سے قریش
کو
پھر قریش سے
بنی ہاشم کو
پھر بنی ہاشم سے
بنی عبد المطلب کو ، پھر
بنی عبد المطلب سے مجھے
چنا ۔ اس حدیث کو امام محب الدین
طبری نے "ذخائر العقبی" میں
روایت کیا ہے ۔
اور امام ابن سعد نے سید
عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ
سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم
خیر العرب مضر وخیر
مضر بنو عبد مناف و
خیر بنی عبد مناف بنو ہاشم
وخیر بنی ہاشم بنو عبد المطلب، واللہ
ما افترق فرقتان منذ
خلق اللہ ادم الا کنت فی
خیرہما (طبقات ابن
سعد)

واخرج الطبرانی والبیہقی
وابو نعیم: عن ابن عمر رضی
اللہ عنہما: قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ان اللہ خلق الخلق فاختار
من الخلق بنی آدم واختار
من بنی آدم العرب واختار
من العرب مضر واختار
من مضر قریشا واختار
من قریش بنی ہاشم واختارنی
من بنی ہاشم فانا من خیار
الی خیار (مسالک الحنفا ص ٢٢)

وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
تمام عرب میں بہتر مضر ہیں اور
تمام مضر میں بنو عبد مناف اور
بنو عبد مناف میں بنو ہاشم اور بنو
ہاشم کے بہتر بنو عبد المطلب ہیں۔
اور قسم بخدا جب سے اللہ تعالیٰ نے
آدم علیہ السلام کو پیدا کیا ان کی اولاد
دو گروہوں میں بٹی، میں ان کے
بہتر گروہ ہی میں تھا۔

اور امام طبرانی، بیہقی اور ابو نعیم
نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ
عنہما سے روایت کی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا
کیا۔ اور مخلوق سے بنی آدم کو
پسندیدہ بنایا اور بنی آدم سے
عرب کو اور عرب سے مضر کو اور
مضر سے قریش کو اور قریش
سے بنی ہاشم کو اپنا پسندیدہ کیا
اور بنی ہاشم سے مجھے مختار بنایا تو میں
بہتر نسب سے ہوں اور بہتر امت کی طرف
مبعوث ہوا ہوں۔

واخرج الترمذی وحسنہ والبیہقی عن العباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما: قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اللہ حین خلقنی جعلنی من خیر خلقہ ثم حین خلق القبائل جعلنی من خیرہم قبیلۃ وحین خلق الانفس جعلنی من خیر انفسہم ثم حین خلق البیوت جعلنی من خیر بیوتہم۔ فانا خیرہم بیتا وخیرہم نفسا (مسالک الحنفاء ص ۲۲)

واخرج ابوعلی بن شاذان فیما اوردہ المحب الطبری فی: ذخائر العقبی: وھو فی مسند البزار عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال دخل ناس من قریش علی صفیۃ بنت عبدالمطلب فجعلوا یتفاخرون و یذکرون الجاھلیۃ: فقالت صفیۃ: منا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقالوا تنبت النخلۃ او الشجرۃ: فی الارض الکباء فذکرت ذالک صفیۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فغضب وامر بلالا فنادی فی

اور امام ترمذی نے بسند حسن اور امام بیہقی نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما سے روایت کی، بلاشبہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کیا تو مجھے اپنی بہتر مخلوق میں کر دیا۔ پھر جب قبائل کو پیدا کیا تو مجھے ان میں بہتر قبیلہ میں رکھا پھر جب افراد کو پیدا کیا تو مجھے ان کے بہتر افراد میں کر دیا۔ پھر جب گھروں کو پیدا کیا تو مجھے ان کے بہتر گھر میں رکھا۔ میں ان سب سے اپنی نسب اور ذات کے لحاظ سے بہتر ہوں۔ اور مسند بزار میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قریش کے کچھ لوگ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کے پاس آئے۔ اور اپنے نسب

الناس فقام على المنبر
فقال: أيها الناس! من أنا؟
قالوا انت رسول الله: قال
انسبوني: قالوا محمد
بن عبد الله بن
عبد المطلب: قال
فما بال اقوام
ينزلون اصلي فوالله!
اني لافضلهم
اصلاً وخيرهم موضعاً
(مسالك الحنفا ص ۲۲-۲۳)
واخرج الحاكم
عن ربيعة بن
الحارث، بلغ
النبي صلى الله
عليه وآله وسلم
ان قوماً نالو
امته فقالوا
انما مثل محمد
كمثل نخلة تنبت
في الكباء: فغضب
رسول الله صلى الله

پر فخر کرنے لگے اور زمانہ جاہلیت کا
تذکرہ کرنے لگے۔ حضرت صفیہ نے
فرمایا ہم سے تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ہیں تو انہوں نے کہا کھجور یا
(کبا) درخت ریتلی اور سخت زمین
میں اگتا ہے (اس سے ان کا
مقصد آپ کے نسب پر طعن کرنا
تھا) یہ بات حضرت صفیہ نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سے ذکر کی تو آپ ناراض ہوئے
اور حضرت بلال کو حکم فرمایا (کہ لوگوں
میں منادی کردیں) تو انہوں نے
لوگوں میں منادی کی۔ پس رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف
لائے اور فرمایا اے لوگو میں کون ہوں
لوگوں نے کہا آپ اللہ کے رسول
ہیں۔ آپ نے فرمایا میرا نسب
بتاؤ۔ لوگوں نے کہا آپ محمد بن عبد اللہ
بن عبد المطلب (صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم) ہیں۔ تو آپ نے فرمایا
ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو میری اصل
کو نچلے درجے کا بتاتے ہیں۔ قسم

عليه و آله وسلم
و قال: إن الله
خلق خلقه فجعلهم
فرقتين فجعلني
في خير الفرقتين
ثم جعلهم بيوتا
فجعلني في خيرهم
بيوتاً ثم قال:
انا خيركم قبيلة
و خيركم بيتاً
واخرج الطبراني
في: الاوسط:
والبيهقي في: الدلائل:
عن عائشه رضي الله
عنها قالت رسول الله
صلى الله عليه وآله
وسلم قال: قال
لي جبريل: قلّبت
الارض مشارقها و
مغاربها فلم اجد
رجلاً افضل من محمّد
صلى الله عليه وآله وسلم
ولم اجد بني آب

بخدا میں ان سب سے اپنی اصل اور
اپنے مرتبہ کے لحاظ سے افضل ترین ہوں۔
اور امام حاکم نے حضرت ربیعہ بن
الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت کی
کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو
یہ بات پہنچی کہ کچھ لوگوں نے آپ کے
نسب کے بارے میں طعنہ زنی کی
اور کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)
کی کہاوت تو اس کھجور جیسی ہے
جو ریتلی زمین میں اگتی ہے تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور
فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنی
مخلوق کو پیدا فرمایا پھر انہیں دو
گروہ کردیا تو مجھے ان کے بہتر گروہ
میں کردیا۔ پھر ان کو کئی قبائل کر بنایا
تو مجھے ان کے بہتر قبیلہ میں رکھا۔
پھر ان کو کئی گھروں میں تقسیم کیا۔
تو مجھے ان کے بہتر گھر میں رکھا۔
تو میں تم سب سے قبیلہ اور اپنے
گھر کے لحاظ سے بہتر ہوں۔ ان
دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے
نسب مبارک پر طعنہ زنی کرنا اور

افضل من بنی هاشم (مسالك الحنفا ص۲۳ ر دلائل النبوة)

قال الحافظ ابن حجر فی: امالیه: ومن المعلوم ان الخیریة والاصطفاء والاختیار من الله والافضلیة عنده لا یکون مع الشرك (مسالك الحنفا ص۲۳)

اور آپ کے آباء میں سے کسی کو فاسق فاجر سمجھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا باعث ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو لازم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب مبارک میں طعن نہ کرے اور آپ کے تمام آباء و امہات کو مومن، موحد، محبوبانِ خدا مانے امام طبرانی نے "اوسط" میں اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے جبریل علیہ السلام نے کہا میں نے زمین کے مشرق و مغرب کو پلٹ کر دیکھا تو میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے افضل کوئی شخص نہیں پایا اور بنی ہاشم سے افضل کوئی قبیلہ نہیں پایا۔ امام حجر نے "امالی" میں فرمایا کہ مشرک اللہ کے ہاں مصطفی، مختار (پسندیدہ) افضل اور بہتر ہو ہی نہیں سکتا۔

ان تمام احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہما تک آپ کے تمام آباء و امہات اپنے اپنے زمانہ میں سب لوگوں میں بہتر اور افضل تھے۔ ان کے زمانہ میں ان سے بہتر کوئی اور نہ تھا۔ اور آپ کے تمام آباء کرام طاہرین و

امہات طاہرات، سب اہل ایمان و اہل توحید تھے۔

یہ دلیل امام اجل فخر المتکلمین علامہ الوری، امام اہل سنت، مجدد الدین والملت فی مائۃ سادسہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے افادہ فرمائی اور امام الآئمہ جلال الملۃ والدین السیوطی نے ان کی کتاب "اسرار التنزیل" سے نقل کرنے کے بعد اس کی توضیح و تائید فرمائی۔ اور امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی اس دلیل کو اپنی کتاب شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام میں نقل فرمانے کے بعد لکھتے ہیں کہ علامہ محقق سنوسی و علامہ تلسمانی شارح شفا و امام ابن حجر مکی اور علامہ محمد زرقانی شارح مواہب وغیرہم اکابر نے اس کی تائید و تصویب کی۔

حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے تمام لوگ دین اسلام پر تھے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

کان الناس امۃ واحدۃ — لوگ ایک دین پر تھے۔
(البقرہ آیت ۲۱۸)

اس آیت کی تفسیر میں امام ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، اپنی تفاسیر میں اور امام بزار اپنی مسند میں اور امام حاکم "مستدرک" میں بسند صحیح سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی کہ آپ نے فرمایا:

کان بین آدم و نوح عشرۃ قرون کلھم علی شریعۃ من الحق — آدم و نوح علیہما السلام کے درمیان دس طبقے ہوئے۔ سب اللہ کی طرف سے ایک دین پر تھے

فاختلفوا فبعث اللہ النبیین (مسالک الحنفاء صـ۲۶ مستدرک جامع البیان
پھر ان میں اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو مبعوث فرمایا۔

اور امام ابو یعلی، امام طبرانی، امام ابن ابی حاتم بسند صحیح سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی آیت کے تحت روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: علی الاسلام کلھم (مسند ابو یعلی و مسالک الحنفاء صـ۲۷) نوح علیہ السلام سے پہلے سب لوگ دین اسلام پر تھے۔

اور امام ابن سعد: طبقات: میں ایک اور سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ آدم و نوح علیہ السلام کے درمیان تمام لوگ دین اسلام پر تھے۔ (طبقات ابن سعد)

اور بطریق سفیان بن سعید ثوری، وہ اپنے باپ سے، وہ حضرت عکرمہ سے راوی ہیں کہ آدم و نوح علیہما السلام کے درمیان لوگوں کے دس طبقے تھے۔ جو سب کے سب دین اسلام پر تھے۔ (طبقات ابن سعد)

اور امام ابن ابی حاتم آیت مذکورہ کی تفسیر میں حضرت قتادہ سے راوی ہیں کہ آدم و نوح علیہما السلام کے مابین لوگوں کے دس طبقے تھے جو سب ہدایت اور اللہ کی طرف سے ایک شریعت پر تھے۔ پھر ان میں اختلاف ہوا تو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ اور حضرت نوح علیہ السلام وہ پہلے شخص ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اہلِ زمین کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔
مسالک الحنفاء صـ۲۶

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب مبارک

اب ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب مبارک کی مکمل تفصیل پوری وضاحت سے بیان کرتے ہیں۔ آپ کا نسب مبارک یوں ہے۔

سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن عبداللہ۔ آپ کے والد کا اسم گرامی عبداللہ ہے اور حضرت عبداللہ مومن، موحد، صالح و متقی پرہیزگار تھے۔ آپ کا مومن و موحد اور دین ابراہیمی پر ہونا احادیث سے ثابت ہے جیسا کہ ہم نے پہلے براہین قاطعہ و دلائل ساطعہ سے واضح کر دیا ہے اور اس سے قبل ہمارے شیخ محترم اس موضوع پر ایک رسالہ "نجاۃ الوالدین" لکھ چکے ہیں اور وہ شائع بھی ہو گیا ہے۔

اب یہاں صرف اتنا عرض کرتا ہوں کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ اہل کتاب اور کاہنوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت سے آپ کی نبوت کی خبر دی۔ اور یہ بات عرب میں پھیلی اور اس بات کا علم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ و سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو ہوا تو حضرت عبداللہ و سیدہ آمنہ نے اس کی تصدیق کی اور لوگوں کو اس کی خوش خبری سنائی۔ اور خود لوگوں کو بتایا کرتے کہ ہمارے صاحبزادے اللہ کی طرف سے رسول مبعوث ہوں گے۔ اور وہ لوگوں کو اللہ کی توحید کی دعوت دیں گے۔ اور بتوں کو توڑیں گے اور اس کی خود تصدیق بھی فرمائی۔ اور ان سے کفر و شرک کبھی نہیں ہوا، تو کیا ابھی وہ مومن اور مسلمان نہ تھے۔؟ اور ایمان و اسلام کسی اور چیز کا نام ہے؟ کذا قال الامام السیوطی فی

کتابہ (التعظیم والمنۃ ص۴۴)

نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ایک ماہ مدینہ طیبہ میں مرض کی حالت میں رہے اور ایک ماہ بعد وہاں آتے ہوئے راستہ میں آپ کا انتقال ہوا، اس وقت آپ کی عمر پچیس سال تھی اور ابھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادتِ باسعادت نہیں ہوئی تھی۔ (التعظیم والمنۃ ص۴۵)

حضرت عبداللہ کے والد کا اسم گرامی بقول امام ابن قتیبہ عامر اور بقول امام ابن اسحاق شیبہ ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔ آپ کا لقب عبدالمطلب ہے۔ آپ نے ایک سو چالیس سال عمر پائی۔

(الروض الانف ج ۱ ص۵)

حضرت عبدالمطلب کی پانچ بیویاں تھیں: فاطمہ، ہالہ، نتیلہ، ممنعۃ، لبنا، آپ کی کنیت ابوالحارث ہے کیونکہ آپ کے سب سے بڑے بیٹے کا نام حارث ہے۔ حضرت عبدالمطلب کے دس بیٹے اور چھ بیٹیاں تھیں۔ ان کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) حارث (۲) زبیر (۳) حمزہ (۴) ضرار

۵۔ ابوطالب: ان کا نام عبدمناف ہے۔

۶۔ ابولہب: اس کا نام عبدالعزیٰ ہے۔

۷۔ مقوّم: اِن کا نام عبدالکعبہ ہے اور بقولِ بعض مقوم اور عبدالکعبہ دو ہیں۔ یعنی مقوم کا نام عبدالکعبہ نہیں بلکہ عبدالکعبہ ان کے بھائی ہیں۔

۸۔ حجل: ان کا نام مغیرہ ہے۔

۹۔ غیداق: ان کا نام نوفل ہے۔

۱۰۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ (ابن کثیر ج ۱ ص ۱۸۴)

اور آپ کی بیٹیوں کے نام یہ ہیں:۔

(۱) اروی (۲) برّۃ (۳) اُمیمہ (۴) صفیہ (۵) عاتکہ (۶) ام حکیم (بیضاء)

حضرت صفیہ، حضرت حمزہ، مقوّم، حجل کی والدہ کا نام ہالۃ بنت وھیب، یا وہب بن عبدمناف بن زہرہ ہے اور وہ (ہالۃ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خالہ ہے (الاصابہ جلد ۴ ص ۳۴۸) (اسدالغابہ جلد ۷ ص ۱۷۲) اور عباس، ضرار کی والدہ کا نام نُتَیلہ بنت جناب یا خباب بن کلیب یا کلب (الاصابہ جلد ۲ ص ۲۷۱) بن مالک بن عمرو بن عامر بن زید مناۃ بن عامر بن ضحیان، بن سعد بن خزرج بن تیم اللہ بن نَمِر بن قاسط (اسدالغابہ جلد ۳ ص ۱۶۴)

تاریخ الخمیس میں ہے کہ حضرت عبدالمطلب کے تیرہ [۱۳] بیٹے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام قثم ہے ان میں حضرت عبداللہ اپنے سگے بھائی و بہنوں میں سب سے چھوٹے ہیں اور حضرت عباس و حضرت حمزہ حضرت عبداللہ سے چھوٹے ہیں۔ اور نوفل (غیداق) کی والدہ کا نام ممنعۃ بنت عمرو بن مالک الخزاعیہ ہے۔ اور ابولہب کی والدہ کا نام لبنا بنت ہاجر بن عبدمناف بن ضاطر بن حبشیہ بن سلول بن کعب الخزاعی۔ اور حضرت عبداللہ، ابوطالب، زبیر، عبدالکعبہ، بیضاء (ام حکیم) اُمیمہ، برّہ، عاتکہ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو بن مخزوم اور فاطمہ کی والدہ کا نام صخرہ بنت عبد بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب، صخرہ کی والدہ کا نام تخمر بنت عبد بن قصی بن کلاب۔ عبدالکعبہ، ضرار، قثم بچپن

میں فوت ہو گئے تھے اور باقی سب بعثت نبوی سے قبل فوت ہو گئے لیکن ابوطالب، ابولہب اور حضرت عباس و حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ و حضرت صفیہ و اروی و عاتکہ نے زمانہ اسلام پایا۔ ان میں باجماع علماء حضرت عباس و حمزہ رضی اللہ عنہما و حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا مسلمان ہوئے اور اروی و عاتکہ کے متعلق اختلاف ہے۔ امام محمد بن سعد اور امام ابوجعفر عقیلی کے بقول وہ بھی مسلمان ہو گئیں۔ اور بقول محمد بن سعد ان دونوں نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی اور امام ابوجعفر عقیلی نے ان دونوں کو صحابیات میں شمار کیا۔ اور محمد بن سعد اور ابوجعفر عقیلی کے علاوہ دیگر آئمہ کے نزدیک اروی اور عاتکہ مسلمان نہ ہوئیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی پچیس ہوئے، ان میں سے طالب بن ابی طالب اور عتیبہ بن ابی لہب اسلام نہ لائے اور باقی سب نے اسلام قبول کر لیا۔ ان کی تفصیل یہ ہے:

- ابوطالب کے چار بیٹے تھے: طالب، عقیل رض، جعفر رض، حضرت علی رض۔
- حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے دس بیٹے ہوئے: الفضل، عبداللہ، عبیداللہ قثم، عبدالرحمٰن، معبد، کثیر، حارث، عون، تمام۔
- حارث کے پانچ بیٹے تھے: ابوسفیان، نوفل، ربیعۃ، مغیرۃ، عبد شمس
- زبیر کا ایک بیٹا ہوا: عبداللہ۔
- ابولہب کے تین بیٹے ہوئے: عتبہ، عتیبہ، معتب۔
- حضرت حمزہ رض کے دو بیٹے ہوئے: عمارہ، یعلی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چچازاد بہنیں دس تھیں: ابوطالب کی دو بیٹیاں، ام ہانی، جمانہ۔ حضرت عباس کی تین ام حبیب، صفیہ، امینہ

حارث کی ایک، اروی۔ زبیر کی دو، ضباعۃ، ام حکیم۔ ابولہب کی ایک، درّہ حضرت حمزہؓ کی ایک بیٹی امامۃ تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھیوں کی تمام اولاد گیارہ لڑکے اور تین لڑکیاں ہوئیں۔ عامر بن بیضا، یہ کریز بن ربیعہ سے تھے۔ عبداللہؓ و زہیر ابنا عاتکہ یہ ابوامیہ مخزومی سے ہوئے اور ابوسلمہ بن برۃ، عبدالاسد مخزومی سے اور عبداللہؓ، عبیداللہ، ابواحمد، بنو اُمیمہ، جحش سے ہوئے۔ طلیب بن اروی عمیر بن وہب سے ہوئے اور زبیر، سائب، عبداللہؓ بنو صفیہ، عوام سے ہوئے۔ ان میں سے عبداللہ بن جحشؓ کے سوا سب نے اسلام قبول کیا۔ اور اسلام پر ثابت قدم رہے۔ اور لڑکیاں زینب، ام حبیبہ، حمنتہ۔

(تاریخ الخمیس صـ۱۵۹ و صـ۱۶۰)

انسان العیون میں ہے کہ حضرت عبدالمطلب نہایت حلیم الطبع، بڑے دانا اور قریش کے ملجا و ماوی تھے۔ اور بہت سخی تھے۔ زیادہ سخاوت کی بناپر آپ کو فیاض کہا جاتا تھا۔ مستجاب الدعوات تھے اور اپنی اولاد کو گناہوں سے روکتے اور مکارم اخلاق (نیکیوں) کا حکم دیتے۔ اور ظلم و بغاوت سے منع کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ کوئی ظالم اپنے ظلم کی سزا لئے بغیر دنیا سے ہرگز نہیں جائے گا۔ تو ایک بار آپ سے کہا گیا کہ شام کا رہنے والا ایک شخص بڑا ظالم تھا مگر اس کو دنیا میں اس کے ظلم کی سزا نہیں ملی۔ تو کچھ دیر آپ نے سوچا اور اس کے بعد فرمایا! قسم بخدا اس جہان کے بعد ایک اور جہان ہے۔ اس میں نیکوں کو ثواب اور بروں کو سزا دی جائے گی۔ وہ مؤحد تھے اور آپ شراب، زنا، محرمہ عورتوں سے نکاح کرنا حرام سمجھتے تھے اور چور کا ہاتھ کاٹتے تھے۔ ایفائے عہد (نذر، منت پوری کرتے) کو واجب جانتے

تھے اور بغیر کپڑوں کے طواف کعبہ سے منع کرتے اور بچیوں کو زندہ درگور کرنے سے روکتے تھے۔ اور اسلام نے بھی اِن باتوں کو برقرار رکھا۔ چنانچہ امام علی بن برہان الدین حلبی شافعی لکھتے ہیں:

کان مجاب الدعوات ویقال له الفیاض لجوده (الی ان قال) وکان من حلماء قریش وحکمائها (و) ملجاءهم فی الامور فکان شریف قریش وسیدها کمالاً وفعالاً من غیر مدافع (الی ان قال) یأمر اولاده بترك الظلم والبغی ویحثهم علی مکارم الاخلاق وینهاهم عن دنیئات الامور وکان یقول لن یخرج من الدنیا ظلوم حتی ینتقم منه وتصیبه عقوبة (الی ان هلك رجل ظلوم من اهل الشام لم تصبه عقوبة: فقیل لعبد المطلب فی ذلك ففکر وقال والله ان وراء هذه الدار دار یجزی فیها المحسن باحسانه ویعاقب المسیٔ باساءة ای فالظلوم شأنه فی الدنیا ذلك حتی اذخرج من الدنیا ولم تصبه العقوبة فهی معدّة فی الاخرة (الی ان قال) ووحّد الله سبحانه وتعالی وتوثرعنه سنن جاء القرأن باکثرها وجاءت السنة بها منها الوفاء بالنذر والمنع من نکاح المحادم وقطع ید السارق والنهی عن قتل الموءودة وتحریم الخمر

والزنا وان لا یطوف بالبیت عریان -

(انسان العیون ج ۱ ص۴)

حضرت عبدالمطلب رضی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت ہی محبت فرماتے تھے۔ حتیٰ کہ حضور کے بغیر کھانا بھی نہ کھاتے تھے - اور فرمایا کرتے کہ میرا یہ بیٹا اس امت کا نبی ہے - اسی لیے حضرت عبدالمطلب نے اپنی وفات سے قبل ابوطالب کو وصیّت فرمائی کہ میرے اس بیٹے کی حفاظت کرنا - جب حضرت عبدالمطلب کی وفات ہوئی تو اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف آٹھ برس تھی - حضرت عبدالمطلب کے بعد ابوطالب نے آپ کی کفالت کی -

(السیرۃ النبویہ لابن کثیر ج ۱ ص۲۴۰ و ص۲۴۱)

امام جلال الملّت والدین السیوطی رح ، امام المتکلمین قامع البدعت ناصر الدین ، امام اہل سنت فخر الدین رازی سے ناقل ہیں کہ حضرت عبدالمطلب رض ملت ابراہیمی پر تھے اور خود امام سیوطی نے اس قول کی تائید و تصویب فرمائی - (مسالک الحنفاء ص۳۹)

پھر امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ امام مسعودی کی کتب کے حوالے سے لکھتے ہیں :

مات مسلماً لما رأی من الدلائل علی نبوۃ محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم انہ لا یبعث الا بالتوحید (مسالک الحنفاء ص۴۰)	یعنی حضرت عبدالمطلب کی وفات بحالت اسلام ہوئی کیونکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت اور آپ کے داعیِ توحید ہونے کے دلائل دیکھ چکے تھے -

امام ابن سعد اپنی کتاب "الطبقات" میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی کہ زمانہ جاہلیت میں مرد کی دیت دس اونٹ تھی تو حضرت عبدالمطلب نے سب سے پہلے مرد کی دیت سو اونٹ مقرر کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی کو برقرار رکھا۔ (طبقات ابن سعد)

امام المحدثین ابوداؤد اور امام نسائی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور پُرنور سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالمطلب رض کی اولاد میں سے ایک پاک خاتون (فاطمہ) رضی اللہ عنہا کو آتے دیکھا۔ جب وہ آپ کے پاس آئیں تو فرمایا: اپنے گھر سے باہر آپ کہاں گئی تھیں؟ اس خاتون نے عرض کی، یہ جو ایک موت ہوگئی تھی، میں ان کے یہاں تعزیت و دعائے رحمت کرنے گئی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شاید تو ان کے ساتھ قبرستان تک گئی۔ عرض کی، اللہ کی پناہ کہ میں وہاں تک جاتی۔ حالانکہ حضور سے اس بارے میں جو ارشاد ہوا وہ سن چکی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: لو بلغتها ما رأیت الجنّة حتی یراها جد ابیك (سنن ابی داؤد، سنن نسائی) اگر تو وہاں تک ان کے ساتھ جاتی تو جنّت نہ دیکھتی جب تک تیرے باپ کے دادا عبدالمطلب نہ دیکھیں۔

امام اہل سنت سیدی و آقائی و مولائی الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی۔ اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے اپنی کتاب: شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام: میں لکھتے ہیں، یعنی اگر یہ امر تم سے واقع ہوتا تو سابقین اوّلین کے ساتھ جنت میں تجھے جانا نہ ملتا۔

بلکہ اس وقت جاتیں جبکہ عبدالمطلب داخل بہشت ہوں گے (صفحہ ۱)

حضرت عبدالمطلب کے مؤمن ہونے کی ایک اور دلیل

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولکن المنافقین لا یعلمون (المنافقون آیت ۸)

عزت تو اللہ اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لیئے ہے۔ لیکن منافق اسے نہیں جانتے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ان اللہ علیم خبیر (الحجرات)

اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مذکر و مونث سے پیدا کیا۔ اور تمہیں کئی قومیں اور قبائل بنایا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو۔ بلاشبہ اللہ کے نزدیک تمہارا سب سے عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو۔

ان آیات کریمہ میں رب العزت جل وعلا نے عزت و بزرگی اور شرف و فضیلت کو مسلمانوں کے ساتھ خاص کر دیا اور کافر کتنا ہی شریف القوم ہو اس کو لئیم و ذلیل اور رسوا ٹھہرایا اور کسی لئیم و ذلیل کی اولاد سے ہونا کسی عزت و شرف والے کے لئے لائق تعریف نہیں۔ لہٰذا کافر باپ دادوں کی طرف انتساب میں فخر کرنا حرام ہوا۔ امام بیہقی

"شعب الایمان" میں حضرت ابی بن کعب اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے راوی کہ دو شخصوں نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنا نسب شمار کیا۔ ان میں ایک نے کہا میں فلاں بن فلاں بن فلاں ہوں۔ تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، موسیٰ علیہ السّلام کے زمانہ میں دو شخص اپنا نسب شمار کرنے لگے۔ ایک نے کہا، میں فلاں بن فلاں ہوں، تو پشتوں تک شمار کیا اور سب کفار تھے، اور دوسرے نے کہا میں فلاں بن فلاں ہوں اور دو پشتوں تک شمار کیا۔ اور وہ سب مسلمان تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی طرف وحی فرمائی۔ کہ جس نے اپنی نو پشتوں تک نسب شمار کیا، اس کے وہ آباء دوزخی ہیں اور ان کا دسواں یہ شخص دوزخی ہے۔ اور جس نے اپنا نسب دو پشتوں تک شمار کیا، اس کے وہ آباء جنتی ہیں اور یہ ان کا تیسرا جنت میں ہوگا۔ (شعب الایمان)

اور امام بیہقی و امام احمد بن حنبل بسند صحیح حضرت ابوریحانہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا:

من انتسب الی تسعۃ آباء کفار یرید بھم عزا و شرفا فھو عاشرھم فی النار

جو شخص عزت و شرف چاہنے کے لئے اپنی نو پشت کافروں کا ذکر کرے کہ میں فلاں بن فلاں ابن فلاں کا بیٹا ہوں ان کا دسواں جہنم میں یہ شخص ہوگا۔

(مسند احمد۔ والبیھقی فی شعب الایمان ، واللفظ لہ)

اور احادیثِ کثیرہ مشہورہ سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

نے اپنے فضائل کریمہ بیان کرتے ہوئے اور مقام مدح میں کئی بار اپنے آباء و امہات کرام کا ذکر فرمایا۔ چنانچہ امام احمد، امام بخاری، امام مسلم امام نسائی رحمہم اللہ تعالیٰ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوہ حنین کے دن ارادۂ الٰہیہ کے مطابق کچھ دیر کے لئے مسلمانوں پر کفار غالب ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شانِ جلال طاری ہوئی۔ آپ ارشاد فرما رہے تھے انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب، میں اللہ کا نبی ہوں کچھ جھوٹ نہیں۔ میں ہوں بیٹا عبدالمطلب کا۔ اور امام ابوبکر بن ابی شیبہ و امام ابونعیم رضی اللہ عنہما حضرت براء رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضور ارادہ فرما رہے تھے کہ اکیلے ان ہزاروں کافروں کے مجمع پر حملہ فرمائیں۔ حضرت عباس اور ابوسفیان رضی اللہ عنہما سواری مبارک کی لگام مضبوط کھینچے ہوئے تھے کہ آگے نہ بڑھ جائے۔ اور حضور فرما رہے تھے۔ انا النبی لا کذب۔ انا ابن عبد المطلب۔ میں سچا نبی ہوں۔ اللہ کا پیارا ہوں، عبدالمطلب کی آنکھ کا تارا۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، دلائل النبوۃ)

امام ابن عساکر مصعب بن سیبہ سے وہ اپنے باپ سے راوی ہیں کہ حضرت عمر سواری مبارک کی لگام روکے ہوتے تھے اور حضرت عباس دمچی تھامے اور حضور فرما رہے تھے انا النبی لا کذب۔ انا ابن عبد المطلب اسے بڑھنے دو۔ میں ہوں نبی واضح حق پر، میں ہوں عبدالمطلب کا پسر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (بحوالہ شمول الاسلام) نیز امام ابن ابی شیبہ اور امام ابن جریر حضرت براء رضی اللہ عنہ سے راوی

ہیں کہ جب کفار بہت قریب آگئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سواری مبارک سے نیچے تشریف لائے اس وقت بھی یہی فرما رہے تھے انا النبی لاکذب، انا ابن عبد المطلب اللھم انزل نصرک ، میں ہوں نبی برحق سچا، میں ہوں عبد المطلب کا بیٹا۔ الٰہی اپنی مدد نازل فرما۔

پھر اپنے ہاتھ مبارک میں خاک کی ایک مٹھی لے کر کافروں کی طرف پھینکی اور فرمایا شاھت الوجوہ (بگڑ گئے چہرے) وہ خاک ان ہزاروں کافروں پر ایک ایک کی آنکھ میں پہنچی اور سب کے منہ پھر گئے۔ ان کفار میں سے بعد میں جو مشرف بہ اسلام ہوئے وہ بیان فرماتے ہیں جس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے وہ کنکریاں ہماری طرف پھینکیں، ہمیں اس وقت یہ نظر آیا کہ آسمان سے زمین تک تانبے کی ایک دیوار کھڑی کی گئی ہے اور اس پر سے پہاڑ ہم پر لڑھکائے گئے تو ہمارے لئے سوائے بھاگنے کے اور کوئی راہ نہ تھی وصلی اللہ تعالیٰ علی الحق المبین سید المنصورین وآلہ وبارک وسلّم

تو بحکم احادیث مذکورہ وآیات قرآنیہ سے ضرورۃً وبداھۃً یہ ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء وامہات مسلمین ومسلمات اور اللہ تعالیٰ کے یہاں معظم ومکرم اور اس کے محبوب بندے تھے۔ والحمد للہ : یہ دلیل امام اہلسنت فاضل بریلوی نے افادہ فرمائی : فجزاہ اللہ عنی خیرا۔

حضرت عبد المطلب کے والد کا نام عمرو اور لقب ہاشم ہے۔ اور آپ کو ابو البطحا وسید البطحا کہا جاتا تھا۔ قریش کے سردار تھے اور

نہایت ہی سخی تھے۔ جب ماہِ ذی الحجہ کا چاند نظر آتا تو آپ قریش کو یہ خطاب فرماتے تھے۔

اے معشر قریش تم عرب کے سردار ہو اور تم نہایت ہی دانا و اہل عقل ہو اور تم اپنے نسب کے لحاظ سے سب سے فضیلت و شرف رکھتے ہو اور تم اللہ کے گھر کے پڑوسی ہو۔ اللہ تعالےٰ نے تمہیں اپنے گھر کے متوّلی ہونے کا شرف بخشا ہے۔ اور بنی اسماعیل میں سے کسی اور کو یہ شرف عطا نہیں فرمایا۔ تمہارے پاس اللہ کے گھر کی زیارت کرنے کو لوگ آتے ہیں۔ وہ اللہ کے مہمان ہیں، تم ان کی تعظیم کیا کرو اور اپنے پاک، طیّب و حلال مال سے ان کی مدد کیا کرو۔ قسم بخدا۔ اگر میرے پاس اتنا مال ہوتا کہ میں اکیلا ان سب سے تعاون کر سکوں تو میں اکیلا ان سب کی مدد کرتا۔ تو قریش اپنے حلال مال سے آپ کے پاس دارالندوہ میں حسبِ توفیق جمع کراتے اور آپ حجاج کرام کی مدد کیا کرتے تھے۔ (السنان العیون ج ۱ ص ۶)

امام شیخ حسین بن محمد بن الحسن الدیار البکری متوفی سنہ ۹۶۶ھ "المنتقی" سے نقل کرتے ہیں کہ:

وکان نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم فی وجہہ یتوقد شعاعہ ویتلألأ ضیاءہ ولا یراہ احد من من الاحبار الا قبل یدیہ

حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا نور مبارک ان کے چہرے مبارک میں چمکتا تھا اور اس کی روشنی آپ کے چہرے میں دمکتی تھی، اور علماء میں سے جب کوئی انہیں دیکھتا تو ان کے ہاتھ

ولا یمر بشیئ الا سجد
الیہ تفد الیہ قبائل
العرب ووفود الاحبار
یحملون بناتھم الاحبار
یعرضون علیہ لیتزوج
بھن حتی بعث الیہ
ھرقل ملك الروم
وقال ان لی ابنتا لم
تلد النساء اجمل منھا
ولا ابھی وجھا فاقدم
الی حتی ازوجکھا
فقد بلغنی جودك وکرمك
وانما اراد بذلك نور رسول
اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم
الموصوف عندھم فی
الانجیل وکان ھاشم یأبی
وکان ینطلق الی جبل
ثبیر یسأل اللہ السماء
(الی ان قال) فلم یزل
ھاشم کذلک حتی اری
فی منامہ ان تزوج سلمی

چومتا اور جب آپ کسی شیئ کے
قریب سے گذرتے تو وہ آپ کو
سجدہ کرتی اور قبائل عرب آپ کی
طرف ہدایا بھیجتے ۔ اور علما کے وفود
اپنی لڑکیاں آپ کی خدمت میں
پیش کرتے کہ آپ ان سے نکاح
کریں ۔ حتی کہ شاہ روم ہرقل نے
آپ کی طرف پیغام بھیجا کہ میری لڑکی
نہایت ہی خوبصورت ہے تو آپ
میرے ہاں تشریف لائیے کہ میں
آپ کا اس لڑکی سے نکاح کردوں
مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ
نہایت ہی سخی و معزز و مکرم ہیں اور
اس سے شاہ روم کا مقصد یہی تھا
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
کا نور مبارک اس کی لڑکی کی طرف
منتقل ہو ۔ جس کی صفت ان کے
یہاں انجیل میں موجود تھی ۔ اور حضرت
ہاشم انکار کرتے رہے اور جبل ثبیر
کی طرف جاکر اللہ تعالیٰ سے سوال
کرتے (الی ان قال) تو آپ ہمیشہ

بنتِ عمرو بن زید بن
لبید بن خداش بن
عامر بن غنم بن عدی
بن النجار فھی نجاریۃ و
ثانیۃ الجدات الابویات
النبویۃ وکانت قبل
ھاشم تحت احیحۃ
بن الجلاح فولدت لہ
عمرو بن احیحۃ وھو
اخو عبدالمطلب اسمہ
شیبۃ لامہ وکانت فی
زمانھا کخدیجۃ فی زمانھا
لھا عقل وحلم فولدت
لہ عبدالمطلب اسمہ
شیبۃ الحمد وقیل عامر و
فیہ نور رسول اللہ صلی
اللہ علیہ والہ وسلم
(تاریخ الخمیس فی احوال
انفس نفیس جلد ۱
ص۱۵۷ و ص۱۵۸)

ایسا ہی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ
انہیں خواب میں بتایا گیا کہ حضرت
سلمی بنت عمرو سے نکاح کریں یہ
بنی نجار کی خاتون تھیں اور حضور
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری
دادی ہیں اور وہ حضرت ہاشم سے
پہلے احیحہ بن جلاح کے نکاح میں
تھیں۔ اور ان کے یہاں ان سے
عمرو بن احیحہ پیدا ہوا تو وہ حضرت
عبدالمطلب کا ماں کی طرف سے
بھائی ہے۔ اور حضرت سلمی اپنے
زمانہ میں عقل وحلم کے اعتبار سے
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرح
تھیں۔ پھر حضرت ہاشم کے یہاں
ان سے حضرت عبدالمطلب پیدا
ہوئے ان کا نام شیبۃ الحمد اور
بقول بعض عامر ہے اور ان میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا نور مبارک منتقل ہوا۔

حضرت ہاشمؓ کی پانچ بیویاں تھیں۔ چار لڑکے اور پانچ لڑکیاں تھیں

حضرت ہاشم کی ازواج کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) سلمی بنت عمرو نجاریہ اور نجار کا نام تیم بن ثعلبۃ بن عمرو بن الخزرج ہے۔ حضرت سلمی کی والدہ کا نام عمیرہ بنت صخر بن الحارث بن ثعلبۃ بن مازن بن النجار، عمیرہ کی والدہ کا نام سلمی بنت عبدالاشہل النجاریہ ہے۔ سلمی بنت عمرو حضرت عبدالمطلب اور رقیہ کی والدہ ہیں۔

(۲) قیلہ بنت عامر بن مالک الخزاعی۔

(۳) ہند بنت عمرو بن ثعلبۃ الخزرجیہ۔

(۴) قبیلہ بنی قضاعہ کی ایک خاتون تھیں، اس کا نام مذکور نہیں۔

(۵) واقدہ بنت ابی عدی المازنیۃ

حضرت ہاشم کی اولاد کے نام یہ ہیں:

(۱) عبدالمطلب (۲) اسد، اور وہ فاطمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ کے والد ہیں یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نانا ہیں (۳) ابو صیفی، اس کا نام عمرو ہے۔ (۴) نضلہ۔ لڑکیوں کے نام یہ ہیں: (۱) شفار (۲) خالدہ (۳) صفیہ (۴) رقیہ (۵) حمنۃ اور بقول ابن کثیر حیۃ (السیرۃ النبویۃ ج ۱ ص۱۰۲) اسد کی والدہ قیلہ ہے۔ اور ابو صیفی اور حمنۃ کی والدہ ہند، اور نضلہ، دشفا کی والدہ بنی قضاعہ سے تھیں۔ خالدہ و صفیہ کی والدہ واقدہ ہے۔ (تاریخ الخمیس ج ۱ ص۱۵۸) آپ کی وفات شام کی طرف سفر کرتے ہوئے مقام غزہ پر ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر بیس یا چوبیس یا پچیس سال تھی۔ (انسان العیون ج ۱ ص۶)

حضرت ہاشم کے والد عبدمناف ہیں۔ عبدمناف کا نام مغیرۃ ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تیسرے جد (دادا) اور حضرت عثمان بن

عفان رضی اللہ عنہ کے چوتھے جد اور امام شافعی رحمۃ اللہ کے نانویں جد ہیں۔
(انسان العیون ج ۱ ص ۷)

آپ کی کنیت ابو عبد شمس ہے۔ نہایت ہی حسین و جمیل تھے۔ اسی وجہ سے انہیں قمر (چاند) کہا جاتا تھا۔ قریش کے سردار تھے۔ حضرت زبیر موسیٰ بن عقبہ سے راوی ہیں کہ عبد مناف کی وفات کے بعد بیت اللہ کے قریب ایک پتھر کے نیچے ایک مکتوب پایا گیا جس میں یہ لکھا تھا۔ انا المغیرۃ بن قصیّ امر بتقوی اللہ وصلۃ الرحم یعنی میں مغیرہ بن قصیّ حکم دیتا ہوں اللہ سے ڈرنے اور صلہ رحمی کا۔

امام واقدی سے منقول ہے کان نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی عبد مناف وکان فی یدہ لواء نزار وقوس اسماعیل، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک عبد مناف میں تھا اور ہاتھ میں حضرت نزار کا جھنڈا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی کمان تھی۔

اور عبد مناف کے پانچ بیٹے اور چھ لڑکیاں تھیں۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے: (۱) عمرو (۲) ہاشم (۳) عبد شمس (۴) مطلب (۵) نوفل اور بقول بعض حضرت عمرو اور ہاشم ایک ہے۔ تو ان کے نزدیک عبد مناف کے چار بیٹے ہوئے۔ اور عبد مناف کی بیٹیاں یہ تھیں:۔
(۱) تماضر (۲) قلابہ (۳) حیبہ (۴) ریطہ (۵) ام الاخثم (۶) ام سفیان اور بعض نے ابنائے عبد مناف میں ابو عمرو کو بھی شمار کیا ہے۔

عبد مناف کی تین بیویاں تھیں، ایک عاتکہ بنت مرّہ بن ہلال بن فالج بن ذکوان سلمیہ۔ اس سے نوفل اور ریطہ اور بقول بعض ابو عمرو کے علاوہ

باقی تمام بیٹے اور بیٹیاں پیدا ہوئیں اور نوفل، واقدہ بنت عمرو المازنیۃ سے
اور ابوعمرو وریطہ قبیلہ بنی ثقیف کی ایک عورت سے پیدا ہوئے۔ (تاریخ
الخمیس ج ۱ ص ۱۵۶) اور حضرت عبد مناف کے والد قصی ہیں اور ان کا نام زید
ہے۔ لیکن امام شافعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ قصی کا نام یزید ہے۔
اور انہیں مُجَمِّع قریش کہا جاتا تھا۔ قصی بروزن فعیل بعید کے معنی میں ہے۔
کیونکہ حضرت قصی کے والد کا انتقال ان کے بچپن میں ہو گیا تھا تو ان کی
والدہ نے ربیعہ بن حزام اور بقولِ بعض خرام بن ربیعہ العذری سے نکاح
کیا۔ اور ان کے ہمراہ شام کی جانب حضرت قصی کو ساتھ لے کر چلی گئیں تو
قصی اس طرح اپنی قوم سے دور ہو گئے۔ جب وہ بڑے ہوئے تو ان کا
اپنے سوتیلے بھائیوں سے تنازعہ ہو گیا اور انہوں نے ان سے کہا تو اپنی
قوم اپنے وطن چلا جا تو ہماری قوم سے نہیں ہے، تو حضرت قصی نے اپنی
والدہ سے پوچھا کہ میرا وطن کونسا ہے اور میں کس قوم سے ہوں۔ آپ کی
والدہ نے کہا کہ تیرا وطن ان کے وطن سے اور تیری قوم ان کی قوم سے
بہتر ہے اور تیرا باپ ان کے باپ سے زیادہ عزت والا ہے۔ تو کلاب
بن مرہ کا بیٹا ہے۔ تیری قوم بیت اللہ کے قریب مکہ معظمہ میں رہائش پذیر
ہے۔ بچپن میں تجھے ایک کاہنہ نے دیکھ کر مجھے کہا تھا کہ تیرا یہ بیٹا اپنی قوم
کا سردار ہوگا۔ جب حج کا مہینہ آئے تو بنی قضاعہ کے حاجیوں کے ساتھ
مکہ معظمہ میں چلے جانا۔ جب ایام حج آئے تو حضرت قصی حجاج بنی قضاعہ
کے ساتھ مکہ شریف چلے آئے۔ بنی قضاعہ نے آپ کی بہت قدر کی۔
اور آپ کو اپنا سردار بنایا۔ (انسان العیون ج ۱ ص ۷)
حضرت عبد مناف کی والدہ قبیلہ بنی سلیم اور بقولِ بعض بنی خزاعہ سے

تھیں ۔حضرت قصی کے چار بیٹے اور دو لڑکیاں تھیں ۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے
(۱) عبد مناف (ان کا نام مغیرہ) (۲) عبد الدار (۳) عبد العزیٰ (۴) عبد اور بیٹیوں
کے نام (۱) تخمر (۲) برّہ ۔حضرت عبد مناف ان میں سب سے بڑے تھے ۔

(تاریخ الخمیس ج ۱ صہ ۱۵۵)

حضرت قصی قریش کے سردار تھے ۔ قریش اپنے تمام امور ان کے مشورہ سے ہی انجام دیتے تھے ۔ اور انہوں نے قبیلہ بنی خزاعہ سے جنگ کی اور قریش کے تمام قبائل کو جمع کیا ۔ اور ان سے کہا قریش اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں اور اسماعیل علیہ السلام نے کعبہ معظمہ بنایا ۔ لہٰذا بیت اللہ کے متولی ہونے کے حقدار قریش ہیں ۔ قریش نے ان سے اتفاق کیا اور بنی خزاعہ سے جنگ کر کے انہیں شکست دی اور حضرت قصی بیت اللہ کے متولی مقرر ہوئے ۔ (تاریخ الخمیس ج ۱ صہ ۱۵۵)

اور قصی نے قریش کو بارہ قبیلوں میں تقسیم کر دیا ۔ اور آپ فرمایا کرتے تھے جس شخص نے لئیم کی عزت کی تو وہ لئیم ہونے میں اس کا شریک ہے ۔ اور جس شخص نے بری شئے کو اچھا سمجھا وہ خود اس کا مرتکب ہوگا اور جس شخص کی اصلاح عزّت وکرامت نہ کرے یعنی جو عزت وکرامت کی وجہ سے اپنی اصلاح نہ کرے تو ذلّت اس کی اصلاح کر دے گی ۔ اور جو شخص اپنی قدر ومنزلت اور مقام ومرتبہ سے زیادہ طلب کرے تو وہ محروم ہو جائے گا ۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ حسد انسان کا پوشیدہ دشمن ہے اور جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنی اولاد کو بلا کر کہا کہ شراب سے پرہیز واجتناب کرنا کہ شراب مقوی بدن ہے لیکن یہ عقل کو زائل کر دیتی ہے ۔

(انسان العیون جلد ۱ صہ ۱۳)

امام ابن کثیر اپنی کتاب "السیرة النبویہ" میں لکھتے ہیں کہ حضرت قصی حج کعبہ کے بعد قریش کو جمع کر کے وعظ فرماتے اور انہیں الشہر حُرُم یعنی ماہ ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب میں جنگ وجدال سے منع فرماتے تھے (ج ۱ صـ۹۶)

ایک شبہ کا ازالہ

: بعض لوگ کہتے ہیں کہ قریش کو جمع کرنے والے حضرت قصی ہیں لہٰذا قریشی وہی ہوں گے جو حضرت قصی کے زمانہ میں تھے اور ان کی اولاد ہی قریشی ہوگی۔ اور جو ان کے اوپر (کلاب مرہ وغیرہ) کی اولاد سے ہو وہ قریشی نہیں ہوگا۔ اس سلسلے میں ہم یہ وضاحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ قول باطل ہے بلکہ یہ قول بعض رافضیوں کی طرف منسوب ہے کیونکہ اگر اس قول کو درست تسلیم کیا جائے تو اس سے یہ ثابت ہوگا کہ سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قریش میں سے نہیں، اس لئے سیدنا ابوبکر صدیق وعمر رضی اللہ عنہما کو امامت عظمیٰ اور خلیفۃ المسلمین ہونے کا کوئی حق نہیں تھا۔ کیونکہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ذی شان ہے، الائمہ من قریش کہ آئمہ اور خلفاء المسلمین قریش سے ہوں گے کیونکہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب مبارک میں حضرت قصی کے بعد حضرت مرہ میں جمع ہوتے ہیں اور تیم بن مرہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان پانچ آباء کا واسطہ ہے اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب مبارک میں حضرت کعب میں جمع ہوتے ہیں اور حضرت کعب

اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے درمیان سات آباء کا واسطہ ہے۔

امام علی بن برہان الدین حلبی شافعی رحمۃ اللہ علیہ اس قول کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ وھو قول باطل ، لانہ توصل بہ الی ان لایکون سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما من قریش فلاحق لھما فی الامامۃ العظمی التی ھی الخلافۃ لقولہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم الائمۃ من قریش

(انسان العیون معروف بہ سیرت حلبیہ ج ا ص۱۵)

حضرت قصی کی والدہ کا نام فاطمہ بنت سعد بن سیل بن عذرہ ہے۔ یہ خاتون پہلے حضرت حکیم کے نکاح میں تھیں۔ ان کے یہاں اس سے دو بیٹے ہوئے ، ایک زہرہ اور دوسرے قصی۔ جب حضرت حکیم کا انتقال ہوا تو اس وقت زہرہ نوجوان تھے اور قصی فطیم (دودھ پیتے بچے) تھے۔ حکیم کے انتقال کے بعد بنی قضاعہ کے کچھ لوگ حج کرنے کی نیت سے مکہ معظمہ میں چلے آئے۔ اس قافلہ میں ربیعہ بن خرام بن ضنبہ بن عبد کبیر بن عذرہ بھی تھے تو وہاں (مکہ) ربیعہ بن خرام نے فاطمہ بنت سعد سے نکاح کر لیا اور حج کے بعد فاطمہ بنت سعد کو ساتھ لے کر شام کی طرف چلے گئے۔ زہرہ مکہ شریف میں ہی رہے اور قصی چونکہ بچے تھے اس لئے فاطمہ بنت سعد انہیں ساتھ لے گئیں۔ ربیعہ بن خرام کے یہاں اس سے رزاح پیدا ہوئے اور ربیعہ کے کسی اور بیوی سے تین بیٹے تھے۔ ان کے نام حسن ، محمود ، جلہمہ ہیں۔ حضرت قصی قریش میں سب سے بڑے عالم تھے۔ اور حق پر قائم رہتے تھے ، نہایت ہی خوبصورت تھے۔ امام حسین بن محمد بن حسن الدیاد البکری متوفی ۹۶۶ھ ارشاد فرماتے ہیں

" فخرج قصي شابا جليلا (الى ان قال) وعالم قريش و اقومها بالحق "

بنی خزیمہ کے بعد قریش میں سب سے پہلے بیت اللہ کے متولی ہوئے،
(تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۱۵۲)

اور سعد بن سیل حضرت قصی کے نانا وہ شخص ہیں جس نے تلوار کو سونے اور چاندی سے مزین کیا اور اس نے کلاب بن مرہ کو دو تلواریں ہدیۃً دیں جو انہوں نے کعبہ معظمہ میں رکھدیں، اور وہ قبیلہ بنی ازد سے تعلق رکھتے تھے اور یمنی تھے ان کے والد کا نام خیر عرف سیل ہے چونکہ وہ دراز قد تھے اس لئے انہیں سیل کہا جاتا ہے۔

ان کا نسب یہ ہے:

خیر بن حمالہ بن عوف بن غنم بن عامر الجادر بن عمرو بن خثعمہ بن یشکر بن مبشر بن صعب بن دہمان بن نصر بن الازد)

عامر کو جادر اسلئے کہا جاتا تھا کہ جب بنی جرہم بیت اللہ کے متولی تھے تو اس دور میں یہ عامر کعبہ معظمہ کی دیواروں کی اصلاح کیا کرتے تھے اور ان کی دیکھ بھال رکھتے تھے۔"

حضرت قصی کی والدہ حضرت فاطمہ ازدیہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دادیوں میں پانچویں نمبر پر ہیں، جب ان سے حضرت قصی پیدا ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک ان میں منتقل ہوا چنانچہ تاریخ خمیس میں ہے:

" وفيه نور رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم "
(تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس ج ۱ ص ۱۵۳)

حضرت قصی کے والد کا نام حکیم اور بقول بعض عروۃ اور لقب کلاب ہے کیونکہ وہ اکثر کتوں کے ساتھ شکار کیا کرتے تھے، اور وہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کے جد ثالث (تیسرے دادا) ہیں، حضور اکرم نور مجسم فخر دو عالم سید الانبیاء والمرسلین علیہ وآلہ التحیۃ والتسلیم کے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور آپ کی والدہ محترمہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب حضرت حکیم کلاب میں مل جاتا ہے، ان سے آگے والدین کریمین کا سلسلہ نسب ایک ہے۔

(انسان العیون ج ۱ ص ۱۵)

حضرت حکیم کی والدہ کا نام نعم اور بقول امام ابن اسحٰق ھند بنت سریر بن ثعلبۃ بن

الحارث بن مالک بن کنانہ بن خزیمہ ہیں تو وہ کنانیہ تھیں اور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جدہ سادسہ الوسطیٰ یعنی چھٹی دادی ہیں۔ حضرت حکیم کے دو بھائی تھے۔

(۱) تیم (۲) یقظہ۔ یقظہ کی والدہ بارق الاسدیین کے قبیلہ سے تھیں اور تیم کی والدہ ھند بنت سریر بن کلاب تھیں۔

(تاریخ الخمیس ج ۱ ص۱۵۳)

ایک سؤال اور اس کا جواب

یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ یہ کہنا درست نہیں کہ نبی کریم رؤف الرحیم صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام آباؤ مؤمنین صالحین اور اللہ تعالےٰ کے محبوب بندے تھے بلکہ جن کے ایمان کی صراحت احادیث میں وارد ہوتی وہی مؤمن تھے اور جن کے ایمان کی صراحت احادیث و آثارِ صحابہ میں وارد نہیں ہوئی وہ مؤمن نہ تھے اور حضرت عبد المطلب و حضرت مرہ کے درمیان نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چار آباء ہیں جن کے مؤمن ہونے کی کوئی صراحت نہیں اور وہ، کلاب، قصی، عبد مناف، (مغیرہ) اور ہاشم ہیں، چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وبقی بینہ وبین عبد المطلب اربعۃ آباء وھم: کلاب وقصی وعبد مناف وھشام (ھاشم) ولم اظفر فیھم لا بنقل ولا بنفی۔

(مسالک الحنفاء ص۳۹)

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ان کے ایمان کی صراحت نہ ہونے کی وجہ سے ان کو مؤمن نہ سمجھا جائیگا تو ان کے کفر و شرک کی صراحت نہ ہونے کی وجہ سے ان کو کافر و مشرک بھی نہ سمجھا جائے گا اور ان چار حضرات سے کفر و شرک کے صدور کی کوئی صراحت نہیں صرف اس لئے کہ امام سیوطی رحمہ کو ان کے مؤمن ہونے کی صراحت نہیں ملی یا ان کے مؤمن ہونے کی صراحت نہیں ہے، کافر و مشرک کہہ دینا، قطعاً غلط اور حقیقت کے برعکس ہے۔

میں نے امام اہلِ سنت غزالیٔ زماں، رازیٔ دوراں سیدی و سندی السید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ سے سُنا، آپ سے سوال کیا گیا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے

والدین کریمین مومن تھے یا نہیں؟

آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ آپ کے والدین کریمین مومن، صالح، تھے ہرگز کافر ومشرک نہیں تھے کیونکہ کافر وہ ہوتا ہے جس سے کفر سرزد ہوا اور مشرک وہ ہوتا ہے جس سے شرک صادر ہو لہٰذا جبتک کسی سے کفر وشرک کے صادر ہونے کی دلیل نہ پائی جائے تو قطعاً اسے کافر ومشرک کہنا درست نہیں، اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین سے کفر سرزد ہونے کی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی لہٰذا یقیناً وہ مومن صالح ہی تھے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا، اگر کوئی انصاف کی نگاہ سے دیکھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کے مومن ہونے کی اس سے بڑی اور کوئی دلیل نہیں ہوسکتی؛ امام اہل سنت کی بیان کردہ اس دلیل کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو یقین سے ثابت ہوگا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ چار آباء بھی مومنین صالحین ہی تھے۔ کیوں کہ ان سے بھی کفر وشرک کے صادر ہونے کی کوئی دلیل موجود نہیں، بلکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء وامہات کے ایمان میں وارد نصوص کے عموم سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ چار حضرات بھی مومن ہی تھے، نیز یہ کہ یہ سب اہل بیت مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں نبی کریم رؤف الرحیم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد باری تعالیٰ کہ اللہ تعالیٰ اہل بیت مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء سے رجس کو دور کرنے اور انہیں پاک کرنے کا ارادہ ہی رکھتا ہے! کو تلاوت کرنے کے بعد ارشاد فرمایا: فانا واھل بیتی مطھرون من الذنوب۔

(سیرۃ النبویہ لابن کثیر ج ۱ ص ۱۹۳)

"کہ میں اور میرے اہل بیت سب گناہوں سے پاک ہیں، اور حضرت مغیرہ (عبدمناف) کے متعلق مروی ہے کہ ان کی وفات کے بعد کعبہ معظمہ کے قریب ایک پتھر کے نیچے سے ایک مکتوب نکلا جسمیں یہ لکھا ہوا تھا۔

"انا المغیرۃ بن قصی آمر بتقوی اللہ وصلۃ الرحم — کہ میں مغیرہ بن قصی اللہ سے ڈرنے اور صلہ رحمی کا حکم کرتا ہوں

(تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۱۵۶)

اور سب اہل دانش جانتے ہیں کہ تقوی شرک کے منافی ہے بلکہ تقوی کا پہلا مرحلہ ہی یہ ہے کہ کفر وشرک نہ کیا جائے، لہٰذا یہ واضح ہوگیا کہ حضرت مغیرہ (عبدمناف) مومن، صالح اور اللہ کے محبوب بندے تھے اور ظاہر ہے کہ وہ اپنی اولاد کو

تقویٰ و پرہیزگاری کا حکم فرماتے تھے لہٰذا ان کے بیٹے حضرت ہاشم بھی مؤمن ہوں گے، اور حضرت مغیرہ کے متقی و پرہیز ہونے سے یہ واضح ہے کہ ان کے والد حضرت قصی بھی متقی تھے کیونکہ عادۃً یہ ناممکن ہے کہ والدین کافر و مشرک ہوں اور اولاد کسی ہادی و راہنما کی ہدایت و راہنمائی کے بغیر متقی و پرہیزگار ہو اور ظاہر ہے کہ وہ زمانۂ فترۃ تھا۔ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ہادی مبعوث نہ ہوئے تھے اور حضرت حکیم (کلاب) بھی متقی پرہیزگار تھے کیونکہ ان کے والد حضرت مرہ مؤمن صالح اور پرہیزگار تھے اور اپنی اولاد کو تقویٰ و پرہیزگاری کا سبق دیتے تھے۔

حضرت حکیم کے والد کا نام مرہ ہے اور وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اور سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے جد سادس ہے۔ اور امام مالک امام دارالہجرۃ رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب حضرت مرۃ میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نسب مبارک کے ساتھ جمع ہوتا ہے، ان سے آگے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ کا نسب ایک ہی ہے۔

(انسان العیون ج ۱ ص۱۵)

اور حضرت مرہ بھی مؤمن صالح تھے کیوں کہ ان کے والد نے انکو مؤمن رہنے کی وصیت فرمائی تھی،

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ مسالک الحنفاء میں لکھتے ہیں:

وولده مرة بن كعب الظاهر انه كذلك لان اباه اوصاه بالايمان (ص۴۹)

حضرت مرہ کی والدہ کا نام وحشیہ بنت شیبان بن محارب فہیرہ، قبیلہ بنی فہم سے تعلق رکھتی تھیں اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جدہ سابعہ الجدیہ (ساتویں دادی) ہیں: حضرت مرہ کے دو بھائی تھے:

(۱) ھصیص (۲) عدی: ان کی والدہ بھی حضرت وحشیہ تھیں اور بقول بعض عدی کی والدہ کا نام جبیبہ بنت بجالۃ بن سعد بن فہم بن عمرو بن قیس بن عیلان بن مضر بن نزار ہے، وہ بھی فہمیہ تھیں۔

(از تاریخ الخمیس ج ۱ ص۱۵۳)

حضرت مرہ کے والد گرامی کا نام کعب ہے اور وہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے جد ثامن (آٹھویں دادا) ہیں۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے دور میں تھے کیوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھایا اس وقت ان کی عمر شریف ۳۳ سال ۳ ماہ تھی۔

امام زین الدین عمر بن مظفر ابن الوردی متوفی ۷۴۹ھ اپنی کتاب "تتمۃ المختصر فی اخبار البشر" میں لکھتے ہیں:

وعاش المسیح الی ان رفع ثلاثا وثلاثین سنۃ و ثلاثۃ اشہر (ج ۱ ص ۲۱ طبع نجف)

اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے تقریباً پانچ سو پینتالیس (۵۴۵) سال بعد نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔ چنانچہ امام ابن الوردی متوفی ۷۴۹ھ فرماتے ہیں:

وکان بین رفع المسیح ومولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم خمسمائۃ وخمس واربعون سنۃ تقریبا۔

(تتمۃ المختصر فی اخبار البشر ج ۱ ص ۲۲)

اور حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے پانچ سو بیس سال بعد (۵۲۰) نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔

امام علی بن برہان الدین الحلبی الشافعی انسان العیون میں اور امام حسین بن محمد بن حسن الدیار البکری تاریخ الخمیس میں لکھتے ہیں:

وکان بین موتہ (الکعب) والفیل فیما ذکر واخمس مائۃ سنۃ وعشرون سنۃ کذا فی الاکتفاء: وقال الحلبی: الحق ان الخمس مائۃ وعشرین انما ہی بین موت کعب والفیل الذی ہو مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم کما ذکرہ ابونعیم فی الدلائل النبویۃ: اقول: قد رأیت دلائل النبوۃ للامام ابی نعیم فما وجدت فیہ ہذا صراحۃ الا انہ فیہ، وکان بین موت کعب ابن لوی وبین مبعث النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خمس مائۃ سنۃ وستون سنۃ۔

(دلائل النبوۃ ج ۱ ص ۹۰)

وكذا نقله عند الامام جلال الملة والدين السيوطى رحمه الله تعالى فى كتابه : الخصائص الكبرىٰ ج ۱ ص ۲۹)

اسی طرح نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت حضرت کعب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی وفات کے پانچ سو ساٹھ سال بعد ہوئی : اسی طرح دلائل النبوۃ میں امام ابو نعیم اور الخصائص الکبرٰی میں امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے : نیز امام حلبی اور امام دیار بکری اور امام ابن کثیر اور قاضی ثناء اللہ مظہری لکھتے ہیں :

وكان بينه وبين مبعثه صلى الله عليه وآله وسلم خمس مائة سنة وستون سنة۔

(سیرۃ حلبیہ ج ۱ ص ۱۶، تاریخ خمیس ج ۱ ص ۱۵۳)

(سیرۃ نبویہ ج ۱ ص ۱۶، تفسیر مظہری ج ۹ ص ۲۷۵)

اور آقائے دو جہاں صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت حضرت عیسٰی علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے پانچ سو پچاسی (۵۸۵) سال بعد ہوئی۔ مذکورہ بالا تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی وفات حضرت عیسٰی علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے پچیس (۲۵) سال بعد ہوئی ، حضرت عیسٰی علیہ السلام کے متعلق تفصیل درج ہے :

پیدائش حضرت عیسٰی علیہ السلام

حضرت مریم رضی اللہ تعالٰی عنہا تیرہ (۱۳) سال کی عمر میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی حاملہ ہوئیں پھر حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش کے بعد انہیں ساتھ لیکر اپنے چچازاد بھائی یوسف النجار بن یعقوب بن ماثان کے ہمراہ مصر چلی گئیں اور وہاں بارہ سال رہیں اور حضرت عیسٰی علیہ السلام ان کے ساتھ رہے : پھر اٹھارہ (۱۸) سال ملک شام ناصرہ کے مقام پر پھر حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ساتھ اُردن ، اور وہاں حضرت عیسٰی علیہ السلام تین سال تین ماہ اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا نو (۹) سال تین ماہ رہیں اور اسکے بعد ان کا انتقال ہوا۔ (تاریخ ابن الوردی ج ۱ ص ۲۰ تا ص ۲۲)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ مومن ، صالح ، متقی ، عالم ، اور اللہ تعالےٰ کے ولی تھے ،

ان کے ولی ہونے، مومن وصالح ہونے کی دلیل یہ ہے جو امام فقیہ، محدث ابو القاسم عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن احمد بن ابی الحسن الخثعمی السہیلی متولد فی بلد مالقہ ۵۰۸ھ متوفی فی مصر ۵۸۱ھ نے اپنی کتاب "الروض الانف" اور امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے مسالک الحنفاء والدرج المنیفۃ، اور التعظیم والمنۃ اور السبل الجلیۃ میں اور امام حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ نے انسان العیون میں اور امام دیار بکری متوفی ۹۶۶ھ نے تاریخ الخمیس اور قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی متوفی ۱۲۲۵ھ نے تفسیر مظہری میں بیان فرمائی:

کعب بن لوئی اول من جمع یوم العروبۃ: وقیل: ھو اول من سماھا الجمعۃ، فکانت تجتمع الیہ قریش فی ھذا الیوم فیخطبھم ویذکرھم بمبعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویعلمھم انہ من ولدہ ویأمرھم باتباعہ والایمان بہ "

(الروض الانف ج ۱ ص ۶)
(مسالک الحنفاء ص ۳۸)
(الدرج المنیفۃ ص ۱۲)
(التعظیم والمنۃ ص ۵۱)
(السبل الجلیۃ ص ۱۲)
(سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۱۵)
(تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس ج ۱ ص ۱۵۲)
(تفسیر مظہری ج ۹ ص ۲۷۱)

سب سے پہلے حضرت کعب بن لؤی نے عروبہ یعنی رحمت کے دن (جمعہ کے دن کیوں کہ اسلام سے پہلے قریش جمعہ کے دن کو یوم العروبہ رحمت کا دن کہتے تھے) جمع کیا اور بعض کے نزدیک سب سے پہلے اس دن کا نام حضرت کعب بن لؤی نے یوم الجمعہ رکھا، اس دن میں قریش ان کے یہاں جمع ہوتے تھے تو آپ قریش کو خطاب فرماتے اور ان کو نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بارے میں بتاتے اور یہ کہ وہ نبی معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی (کعب کی اپنی ہی) اولاد سے ہوں گے اور قریش کو حکم فرماتے کہ اگر وہ نبی کریم تمہارے زمانہ میں تشریف لائیں تو ان پر ایمان لانا اور ان کی اتباع و پیروی کرنا۔

اور حدیث شریف میں ہے، امام الحافظ الکبیر ابو نعیم الاصبہانی متوفی ۴۳۰ھ دلائل النبوۃ میں اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی اور امام ابو الفداء اسماعیل بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ السیرۃ النبویہ میں ان سے ناقل اور امام ابو الفضل جلال الدین عبد الرحمٰن السیوطی علیہ الرحمۃ متوفی ۹۱۱ھ الخصائص الکبریٰ میں اور مسالک الحنفاء والدرج

المنیفہ والتعظیم والمنۃ والسبل الجلیۃ میں امام ابونعیم اور امام ابوالحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی متوفی ۴۵۰ھ کی کتاب " اعلام النبوۃ " کے حوالہ سے حضرت محمد بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک جمعہ کے دن قریش کو جمع کرتے)

كان كعب بن لؤي بن غالب
بن فهر بن مالك يجمع قومه
يوم الجمعة "عَرُوبة"
فيخطبهم فيقول اما بعد:
فاسمعوا وتعلموا وافهموا و
اعلموا، ليل ساج ونهار
ضاح، والارض مهاد،
والسماء بناء، والجبال اوتاد،
والنجوم اعلام والاولون
كالآخرين. والانثى والذكر
والزوج الى بلى صائرين
فصلوا ارحامكم، واحفظوا
اصهاركم، وثمروا اموالكم
فهل رأيتم من هالك
رجع، او ميت نشر، الدار
امامكم والظن غير ما تقولون
حرمكم زينوه وعظموه
وتمسكوا به، فسيأتي
له نبأ عظيم، وسيخرج
منه نبي كريم، ثم يقول
نهار وليل كل اوب
حادث، سواء علينا ليلها
ونهارها، يؤوبان بالاحداث
حين تأوبا، وبالنعم

کہ حضرت کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک جمعہ کے دن قریش کو جمع کرتے، اور قریش جمعہ کے دن کو عروبہ نام رکھتے تھے تو حضرت کعب قریش کو خطاب فرماتے اور کہتے اما بعد، پس خوب توجہ سے سنو اور جان لو اور سمجھ لو کہ رات اندھیری ہے اور دن روشن ہے اور زمین فرش ہے اور آسمان چھت ہے اور پہاڑ زمین کی میخیں ہیں اور ستارے علامات ہے اور اولین آخرین کی مانند ہیں، اور مذکر و مؤنث فنا ہونیوالے ہیں، (ساری مخلوق فنا ہونیوالی ہے) تو صلہ رحمی اور اپنے سسرالی رشتے کی حفاظت کرو اور (اللہ کی راہ میں خرچ کرکے) اپنے مالوں کو بڑھاؤ کیا تم نے دیکھا کہ کوئی ہلاک ہونیوالا واپس آیا ہو یا کوئی مردہ زندہ ہوا ہو تمہارا (حقیقی) گھر تمہارے سامنے ہے اور حقیقت اسکے برعکس ہے جو تم کہتے ہو اپنے حرم کی زینت رکھو اور اسکی تعظیم کرو اور اسکے ساتھ وابستہ رہو کہ اس حرم میں عظیم خبر آئے گی اور اسمیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوں گے، پھر یہ اشعار پڑھتے تھے کہ دن، رات ہر واپس آنیوالا متغیر

الضنا فی علینا ستورها
علی غفلة یأتی النبی محمدٌ،
فیخبر اخبارا صدوقا خبیرها،
ثم یقول: والله لو کنت
فیها ذا سمع و بصر و ید و
رجل لتنصبت فیها تنصب
الجمل، ولأرقلت فیها
ارقال الفحل، ثم یقول:
یالیتنی شاهد فحواء
دعوته، حین العشیرة تبغی
الحق خذلانا.

(دلائل النبوة ج ۱ ص ۹۰)
(والخصائص الکبری ج ۱ ص ۲۸)
(والسیرة النبویه ج ۱ ص ۱۶)
(ومسالک الحنفاء ص ۳۸)
(الدرج المنیفة ص ۱۲)
(التعظیم والمنة ص ۵۱)
(السبل الجلیة ص ۱۶)
(سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۲۵)

ہونے والا) حادث (فانی) ہے، بار بار اس پر (زمین پر) دن اور رات لوٹتے ہیں (دن اور رات) نئے واقعات کے ساتھ (یعنی ہر دن، رات نئے واقعات پیش آتے ہیں، جب وہ (دن، رات) واپس لوٹیں، اور اللہ کی نعمتیں جو ہمارے پاس مہمان (کی طرح ہیں) کا ہم پر پردہ ہے (یعنی دن اور رات نئے واقعات و حادثات کے باوجود ہم سب کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شامل حال ہیں) غفلت کے زمانہ میں نبی کریم رسول معظم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کا نام مبارک محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو گا تشریف لائیں گے، اور آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سچی باتیں بتائیں گے۔ پھر ارشاد فرماتے "قسم بخدا اگر میں اس میں (غفلت کے زمانہ میں) آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں والا ہوتا (یعنی میں زندہ ہوتا اور تندرست ہوتا) تو میں ضرور ان کی مدد کے لئے قوی اونٹ کی طرح کھڑا ہوتا اور میں تیز فحل کی طرح ان کی مدد میں تیزی کرتا (یعنی میں اس نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے دور میں ہوتا تو بڑی قوت اور بڑی تیزی کے ساتھ ان کی مدد کرتا۔ پھر ارشاد فرماتے۔ اے کاش کہ میں ان کی دعوت کے وقت موجود ہوتا۔ (یعنی جب وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قوم کو توحید الٰہی کی دعوت دیں گے تو اے کاش میں اس وقت موجود ہوتا) جبکہ میری اولاد حق کو رسوا کرنا چاہے گی" اس حدیث شریف سے واضح ہوا کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کو حق جانتے اور آپ کے دین دین اسلام کو حق سمجھتے تھے اور قریش کو آپ کی پیروی کا حکم فرماتے

تھے۔ تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے مومن صالح اور اللہ تعالےٰ کے ولی ہونے کی اس سے بڑی اور کیا دلیل ہوسکتی ہے، حضرت کعب رضی اللہ عنہ اپنے دور میں سب سے بلند مرتبہ تھے اسی لئے ان کا نام کعب رکھا گیا کیونکہ کعب کا معنی ہے "بلند" (السیرت حلبیہ ج ا ص۲۵)

جس دن حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اور آپ کو شہید کیا گیا اس وقت آپ کعبہ معظمہ کے قریب نماز میں مشغول تھے اور منجنیق پتھروں سے بھرا آپ کے کانوں سے گزر جاتا تھا اور آپ بالکل ادھر اُدھر توجہ نہ فرماتے تھے، امام سُہیلی "الروض الانف" میں لکھتے ہیں:

وجاء فی خبر ابن الزبیر انه كان یُصلی عند الكعبة یوم قتل وحجارة المنجنیق تمر باذنیه وهو لا یلتفت كانه كعب راتب۔ (ج ا ص۶)

اس حدیث سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ بتوں کی پوجا نہیں کرتے تھے بلکہ وہ اللہ تعالےٰ ہی کی عبادت کرتے تھے اور موحد تھے، بلکہ احادیث مبارکہ میں صراحت موجود ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت کعب سمیت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین مومنین صالحین اور اپنے دور کے تمام نوع انسان سے "انبیاء علیہم السلام کے علاوہ" افضل و اعلےٰ اور سب سے زیادہ اللہ تعالےٰ کو محبوب تھے۔ جیسا کہ آگے چل کر ہم پوری تفصیل سے یہ بیان کریں گے، انشاء اللہ العزیز پھر قارئین کو کوئی تشنگی ہرگز محسوس نہ ہوگی اور آباء مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کے ایمان کا مسئلہ اظہر من الشمس ہوگا۔

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالےٰ مسالک الحنفاء میں لکھتے ہیں:

ان آباء النبی صلی الله علیه وآله وسلم من عهد ابراهیم علیه السلام الی كعب بن لؤی كانوا كلهم علی دین ابراهیم علیه السلام (مسالك الحنفاء ص۳۹) وقال فی الدرج المنیفة: ان اجداده صلی الله علیه وآله وسلم

کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء و اجداد ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر حضرت کعب بن لؤی تک سب دین ابراہیم علیہ السلام پر تھے اور الدرج المنیفۃ میں لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد کا ایمان ابراہیم علیہ السلام سے حضرت کعب بن لؤی اور ان کے بیٹے

من ابراہیم علیہ السلام الی کعب — حضرت مرۃ تک منصوص ہے۔
بن لوی و والدہ مرۃ منصوص
علی ایمانہم ، (ص۱۴)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے پانچ بھائی تھے ان کے نام یہ ہیں:

(۱) عامر ۲. سامہ ۳. عوف ۴. سعد ۵. خزیمہ

عامر کے علاوہ دیگر چار کی والدہ کا نام ماویہ بنت کعب بن الیقین بن جسر بن قضاعہ اور عامر کی والدہ کا نام مخشیہ بنت شیبان بن محارب بن فہر اور بقول بعض مخشیہ بنت المنزر بن قاسط ہے اور وہ بنی ربیعہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام سلمی بنت محارب فہمیہ یا فہریہ ہے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آٹھویں دادی ہیں،

"تاریخ الخمیس" میں ہے:

فتزوج لوی بن فہر سلمی بنت محارب من فہم
او فہر الخط فی الاصل توہم فہی فہمیۃ او فہریۃ
وثامنۃ الجدات المنبویات فولدت کعباً۔
(تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۱۵۲)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے والد کا نام لوی ہے اور حضرت لوی کے ایک بھائی تھے ان کا نام تیم تھا اسکی قوم کو بنو الازم کہا جاتا ہے، حضرت لوی کی والدہ کا نام بقول امام ابوبکر یا ابو عبداللہ محمد بن اسحاق بن یسار المطلبی المدنی تابعی تھے اور عظیم محدث، حافظ اور اخباری تھے ان کی وفات بغداد شریف ۱۵۱ھ میں ہوئی۔
(معجم المؤلفین ج ۹ ص۴۴ وتذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص۱۷۲) سلمی بنت عمرو الخزاعی ہے۔

اور امام ابو عبداللہ زبیر بن بکار بن عبداللہ بن مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن الزبیر بن العوام القرشی، الاسدی، الزبیری، قاضی مکہ شریف متوفی ۲۵۶ھ مرآۃ الجنان میں ہے کہ ان کی وفات ۱۵۶ھ میں ہوئی، اور یہ خطا ہے، کیونکہ یہ زبیر بن بکار امام ابو محمد محدث، فقیہ، سفیان بن عیینہ بن میمون الہلالی الکوفی، المکی کے شاگرد ہیں، خود امام یافعی رحمۃ اللہ تعالی اسی مقام پر لکھتے ہیں:

روی عن ابن عیینیہ۔ اور امام ابن عیینیہ کی ولادت پندرہ شعبان ۱۰۷ھ کوفہ میں ہوئی اور وفات پندرہ شعبان ۱۹۶ھ میں ہوئی۔

(معجم المؤلفین ج ۴ صـ ۲۳۵)

اور حضرت زبیر بن بکار رحمہ اللہ امام ابوعبداللہ، محدث، حافظ، عارف بعلوم الحدیث مفسر، مؤرخ، محمد بن یزید بن ماجہ الربعی القزوینی صاحب سنن کے شیخ ہیں۔

چنانچہ خود امام ابومحمد عبداللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان عفیف الدین الیافعی الیمنی المکی متوفی ۷۶۸ھ لکھتے ہیں:

وروی عنہ ابن ماجۃ القزوینی (مرآۃ الجنان ج ۲ صـ ۱۶۷)

اور امام ابن ماجہ القزوینی ۲۰۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۳ رمضان المبارک ۲۷۳ھ میں وفات پائی۔ (معجم المؤلفین ج ۱۲ صـ ۱۵)

حضرت زبیر بن بکار کے سن وفات میں غلطی مرآۃ الجنان، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلمی بیروت ۱۳۹۰ھ کے متن میں ہے، اور متن کے حاشیہ میں ۲۵۶ھ ہی لکھا ہے، حضرت زبیر بن بکار رحمہ اللہ کی عمر ۸۴ سال تھی، کے نزدیک حضرت لؤی کی والدہ کا نام عاتکہ بنت یخلد بن النضر ہے۔

(تاریخ الخمیس ج ۱ صـ ۱۵۲)

اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت لؤی کی والدہ کا نام وحشیہ بنت مدلج بن مرۃ بن عبد مناف بن کنانہ ہے وہ کنانیہ تھیں،

امام دیار بکری "الاکتفار" کے حوالہ سے لکھتے ہیں،

فتزوج غالب وحشیۃ بنت مدلج بن مرۃ بن عبد مناف بن کنانۃ فھی کنانیۃ وتاسعۃ الجدات النبویات فولدت لہ لؤیا۔ (تاریخ الخمیس ج ۱ صـ ۱۵۲)

حضرت لؤی کے والد کا نام حضرت غالب رضی اللہ عنہ ہے، حضرت غالب رضی اللہ عنہ کے تین بھائی اور ایک بہن تھی۔ ان کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) محارب (۲) حارث (۳) اسد

بہن کا نام: جندلہ: ان سب کی والدہ کا نام لیلیٰ بنت سعد بن ہذیل بن مدرکہ اور حضرت غالب کی والدہ سلمی بنت سعد ابن ہذیل الہذلیہ ہیں۔

تاریخ خمیس میں ہے: (ج ۱ صد ۱)

ولقبه فهر فتزوج سلمی بنت سعد ابن هذیل فهی هذلیة وعاشرة الجدات النبویات فولدت له غالبا۔

حضرت غالب رضی اللہ عنہ کے والد کا نام فہر اور لقب قریش، اور بعض کے نزدیک نام قریش اور لقب فہر ہے۔

امام سہیلی رحمۃ اللہ "روض الانف" میں لکھتے ہیں:

واما فهر فقد قیل انه لقب واسمه قریش، وقیل بل اسمه فهر وقریش لقب له (ج ۱ صد ۴)

تاریخ خمیس میں "الاکتفاء" کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ان کی والدہ نے ان کا قریش نام رکھا اور ان کا لقب فہر رکھا۔ (ج ۱ صد ۱۵۲)

حضرت فہر کی والدہ کا نام جندلہ بنت الحارث بن جندل بن عامر بن سعد بن الحارث بن مضاض الجرہمی جرہمیہ ہیں اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گیارہویں دادی ہیں۔

امام دیار بکری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں:

وتزوج مالك جندلة بنت الحارث بن جندل بن عامر بن سعد بن الحارث بن مضاض الجرهمی فهی جرهمیة وحادیة عشرة من الجدات النبویات فولدت له فهر۔

(تاریخ الخمیس ج ۱ صد ۱۵)

اور یہ فہر حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے چھٹے دادا ہیں،

سیرتِ حلبیہ میں ہے:

وفهر هذا هو الجد السادس لابی عبیدة بن الجراح

اکثر علماء کے نزدیک ان کی اولاد کو قریش کہا جاتا ہے۔ ان سے اوپر مالک نضر وغیرہما کی اولاد کو قریش نہیں کہا جاتا ہے اور امام زبیر بن بکار رحمۃ اللہ کا ارشاد ہے کہ قریش وغیرہم میں نسب کا علم رکھنے والوں کا اجماع واتفاق ہے کہ انہیں کی اولاد قریش کہلاتے ہیں، اسی لئے انکو ابو قریش کہا جاتا ہے۔

(سیرتِ حلبیہ ج ۱ صد ۱۶، تاریخ خمیس ج ۱ ص ۱۵۱)

اوران کو جماع قریش (قریش کو جمع کرنیوالے کہا جاتا ہے) کیونکہ جب حسان بن عبد کلال بنو حمیر وغیرہم کو لیکر بیت اللہ شریف کے پتھر اٹھانے کے لئے یمن سے آیا تاکہ ان پتھروں سے یمن میں بیت اللہ بنائے اور لوگ وہاں حج کیا کریں اور حسان نخلہ کے مقام پر ٹھہرا اس وقت حضرت فہر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عرب کے تمام قبائل کو جمع کیا اور حسان سے جنگ کی اور اسکو شکست دی اور وہ حسان تین سال ان کے ہاں قیدی رہا اور بعد میں مال کثیر فدیہ میں دے کر رہا ہوا اور واپس جاتے ہوئے مکہ اور یمن کے درمیان اس کا انتقال ہوگیا۔ اس وجہ سے تمام عرب نے حضرت فہر کو اپنا سردار بنایا اور ان کی بڑی تعظیم کرتے تھے، حضرت فہر نے اپنے بیٹے حضرت غالب کو یہ وصیت فرمائی کہ تھوڑی چیز جو تجھے مستغنی کر دے وہ اس زیادہ مال سے بہتر ہے کہ اس مال کے ہوتے ہوتے بھی تو محتاج رہے۔ (سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۱۶)

حضرت فہر رضی اللہ عنہ کے والد گرامی کا نام مالک ہے، چونکہ وہ عرب کے بادشاہ تھے اسلئے ان کا نام مالک رکھا گیا،

حضرت مالک کی والدہ کا نام عکرشہ بنت عدوان حارث بن عمرو بن قیس بن عیلان ہے امام حافظ الحدیث ابو حاتم محمد بن حبان ابن احمد التمیمی البستی المتوفی ۳۵۴ھ فرماتے ہیں:

وام مالک بن النضر عکرشۃ بنت عدوان وھو الحارث بن عمرو بن قیس بن عیلان۔

اور بعض نے حضرت مالک کی والدہ کا نام ہند بنت عدوان اور سیرت ابن ہشام میں عاتکہ بنت عدوان ذکر کیا ہے۔ امام دیار بکری المنتقی سے نقل کرتے ہیں:

فتزوج النضر بن کنانۃ ھند بنت عدوان،

پھر سیرت ابن ہشام کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

فام مالک عاتکۃ بنت عدوان، (تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۱۵۲)

اور وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارھویں دادی ہیں۔

(السیرۃ النبویہ ص ۷)

اور حضرت مالک رضی اللہ عنہ کے دو بھائی تھے:

(۱) یخلد (۲) صلت

تاریخ خمیس میں ہے:

فولد النضر بن کنانہ مالکا و یخلد والصلت (ج ۱ ص ۱۵۲)

حضرت مالک رضی اللہ عنہ کے والد کا نام قیس لقب نضر، چونکہ وہ بہت ہی حسین و جمیل تھے اسلئے ان کا لقب نضر پڑ گیا۔

سیرت حلبیہ میں ہے:

ولقب بہ لنضارتہ وحسنہ وجمالہ واسمہ قیس (ج ۱ ص ۱۹)

فقہاء کے نزدیک وہ جماع قریش ہیں کہ حدیث شریف میں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ قریش کون ہیں؟ فرمایا: من ولد النضر، اولادِ نضر ہیں۔

حضرت نضر قیس رضی اللہ عنہ کے چہرہ انور میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک چمکتا تھا۔ اسی وجہ سے ان کا چہرہ روشن رہتا تھا، امام سید احمد زینی دحلان شافعی رحمۃ اللہ علیہ مفتی مکہ فرماتے ہیں:

والنضر انما لقب بذلك لنضارة وجهه واشراقه و جماله من نور النبي صلى الله عليه وآله وسلم

(السيرة النبوية والآثار المحمدية ج ۱ ص ۱۱ علی هامش الحلبیه)

امام ابن ہشام اور ابن حبان نے حضرت نضر کا نام قریش ذکر کیا ہے، لہذا جو حضرت نضر کی اولاد سے ہوں وہ قریشی کہلائیں گے۔

(سیرۃ نبویہ لابن کثیر ج ۱ ص ۸۲ ولابن حبان ص ۳۲)

حضرت نضر رضی اللہ عنہ کے تین بھائی تھے۔

(۱) مالک (۲) عبد مناۃ (۳) ملکان۔

امام ابو جعفر الطبری نے ان تین کے علاوہ اور نو (۹) ذکر کئے ہیں، اُن کے نام درج ذیل ہیں:۔

(۱) عامر (۲) حارث (۳) نضیر (۴) غنم (۵) سعد

(۶) عوف (۷) جرول (۸) جزال (۹) غزوان

(سیرت نبویہ لابن کثیر ج ۱ ص ۸۴)

اور حضرت نضر رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام بقولِ بعض ریحانہ ہے۔

امام دیار بکری "اکتفاء" سے ناقل ہیں فتزوج کنانة ریحانة فولدت له النضر واسمه قيس كذا فى المنتقى والمواهب اللدنية،

(تاریخ خمیس ج ۱ ص ۱۵۰)

پھر ذخائر العقبیٰ اور سیرت ابن ہشام کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حضرت نضر کی والدہ کا نام برہ بنت مر بن اد بن طابخہ بن الیاس بن مضر اور وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیرہویں دادی ہیں، برہ بنت مر سے دو بیٹے مالک اور ملکان ہوئے اور عبد مناۃ کی والدہ کا نام ہالہ بنت سوید بن الغطریف اسد یہ ہے اور امام ابن اسحٰق اسکے برعکس فرمایا ہے کہ "برہ بنت مر" سے حضرت نضر ہی پیدا ہوئے ان کے علاوہ مالک ملکان و عبد مناۃ و فہم دوسری بیوی سے ہوئے۔ (ص ۱۵)

اور امام ابن حبان لکھتے ہیں:

وام النضر بن کنانة برة بنت مر اخت تمیم بن مر وقیل: انها فکهة هنی بن بلی، والنضر هو قیس.

(سیرۃ نبویہ ص ۴۷)

اور بقول بعض حضرت نضر کی والدہ نام فکہہ بنت ھنی بن بلی ہے۔ حضرت نضر رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ ان کی پشت سے ایک سبز درخت نکلا جس کی ٹہنیاں اولین وآخرین کے عدد کے برابر تھیں اور وہ آسمان سے لگ رہی تھیں اور اس سے نور نکلتا تھا جس کی روشنی سورج کی طرح تھی اور اس درخت کے ساتھ سفید چہروں والی ایک قوم لٹکی ہوئی تھی۔ جب وہ بیدار ہوئے تو ایک کاہنہ کے پاس گئے اور اسے اپنا یہ خواب سنایا۔ اس کاہنہ نے آپ کو نہایت ہی معزز و کرم و عالی نسب ہونے کی تعبیر بتائی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اس طرف اشارہ تھا کہ حضرت نضر کی پشت پاک سے نبی کریم احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء تشریف لائیں گے۔ اور وہ تمام اولین وآخرین کے نبی ہوں گے اور ان کی نبوت آسمان و زمین کی تمام مخلوق کو عام ہوگی اور جو قوم اس درخت کی ٹہنیوں سے لٹکی ہوئی دیکھائی گئی وہ آپ کی امت کی طرف اشارہ تھا، اس تعبیر کو اس کاہنہ نے ظاہر نہ کیا مگر اشارۃً یہ کہہ کر کہ اے نضر تمہیں وہ عزت وشرف اور فضیلت و برتری اللہ تعالےٰ نے عطا فرمائی ہے جو اس نے آج تک کسی کو عطا نہیں فرمائی، انہیں بتادیا کہ وہ نبی آخرالزماں علیہ التحیۃ والثناء کی بعثت ہے، کیونکہ سب سے بڑی فضیلت یہی ہے اور کوئی نہیں،

ایک غلطی کا ازالہ

بعض مؤرخین سے اس جگہ بہت بڑی غلطی ہوئی ہے، وہ یہ کہ حضرت نضر کی والدہ برہ بنت مر ہے اور وہی خاتون (برہ بنت مر) حضرت کنانہ والد

نضر کی والدہ بھی ہے کیوں کہ حضرت کنانہ کے والد حضرت خزیمہ کا انتقال ہوا تو ان کے بڑے بیٹے کنانہ نے اپنی والدہ برہ بنت مُر سے نکاح کر لیا پھر اسی سے حضرت نضر پیدا ہوئے، اہلِ جاہلیت کا دستور تھا کہ جب کسی شخص کا انتقال ہوتا تو اس شخص کا بڑا بیٹا اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کر لیتا تھا۔ چنانچہ صاحبِ اکتفار بلکہ اور بھی بہت سے اہلِ سیر سے یہ غلطی ہوئی ہے، یاد رہے یہ بات بالکل غلط ہے یہ غلطی مؤرخین و اہلِ سیر کو حضرت کنانہ اور حضرت نضر کی والدہ کے ایک نام ہونے کی اور ان کے تقاربِ نسب کی وجہ سے لگی۔ معاذ اللہ (اللہ کی پناہ) کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب مبارک میں ایسی شخصیات ہوں جو زنا سے پیدا ہوئیں جبکہ خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تنقلت فی الاصلاب الزکیۃ الی الارحام الطاھرۃ، "کہ میں پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا" اور ایک حدیث میں فرمایا، کلنا نکاح لیس فینا سفاح ما ولدت من سفاح الجاھلیۃ، "کہ میرے نسب مبارک میں تمام آباء و امہات نکاح (اسلام کی طرح نکاح) سے پیدا ہوئے، ہمارے نسب میں کوئی بھی زنا سے پیدا نہیں ہوا"، امام دیار بکری، امام حافظ الحدیث ابو عثمان عمرو بن بحر کی کتاب الاصنام کے حوالہ سے اور علامہ احمد زینی بن احمد دحلان مفتی مکہ سیرتِ نبویہ و آثار محمدیہ میں لکھتے ہیں:

"وانما غلط کثیر من الناس لما سمعوا ان کنانۃ خلف علی زوجۃ ابیہ برۃ لاتفاق اسمھما وتقارب نسبھما قال ھذا الذی علیہ مشائخنا من اھل العلم بالنسب قال ومعاذ اللہ ان یکون اصاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقت نکاح وقال من اعتقد غیر ذلک فقد اخطاء وشک فی الخبر ویؤید ذلک قولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنقلت فی الاصلاب الزکیۃ الی الارحام الطاھرۃ قلت ویؤید ذلک ما روی عن ابن عباس رضی اللہ عنھما فی تفسیر قولہ تعالیٰ وتقلبک فی الساجدین ای من نبی الی نبی حتی اخرجتک نبیا۔"

(تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۱۵۱)

علامہ زینی دحلان نے ایک حدیث ان الفاظ سے نقل فرمائی "ما نزلت اخرج من نکاح کنکاح الاسلام" اور مورخین کی اسی غلطی کو نقل کرنے کے بعد لکھا۔

"وهذا كله غلط فاحش" (ج ۱ ص ۱۱)

حضرت نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام کنانہ، کنیت ابو النضر ہے، حضرت کنانہ رضی اللہ عنہ کے تین بھائی تھے۔

(۱) أسد (۲) اسدة (۳) هُون

(سیرت نبویہ لابن کثیر ج ۱ ص ۹۲)

حضرت کنانہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کے نام میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک حضرت کنانہ کی والدہ کا نام عوانہ بنت سعد بن قیس بن غیلان بن مضر اور بعض کے نزدیک ھند بنت عمرو بن قیس ابن غیلان اور دیگر تینوں کی والدہ کا نام برہ بنت مر اخت تمیم بن مر بن ادبن طابخہ اور بعض نے کہا کہ حضرت خزیمہ کو بتایا گیا کہ برہ بنت طابخہ سے نکاح کریں اور وہ حسن و جمال کے لحاظ سے پوری قوم کی سردار تھیں، ان سے حضرت کنانہ پیدا ہوئے، حضرت کنانہ رضی اللہ عنہ میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک تھا۔

امام دیار بکری لکھتے ہیں:

"فبقي (خزيمة) سنين لا يدري كيف يتزوج حتى أري في منامه ان تزوج برة بنت طابخة فتزوجها وكانت يومئذ سيدة قومها في الحسن والجمال فولدت له كنانة وفي الاكتفاء: فولد خزيمة بن مدركة كنانة واسدا واسدة والهون وام كنانة منهم عوانة بنت سعد بن قيس بن غيلان بن مضر وقيل هند بنت عمرو بن قيس ابن غيلان قرأته بخط احمد بن يحيى بن جابر وام سائر بنيه برة بنت مر اخت تميم بن مر بن اد بن طابخة وفي كنانه نور رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم۔"

(تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۱۵۰)

امام ابن حبان نے غیلان کی بجائے عیلان عین کے ساتھ لکھا ہے۔

(سیرۃ نبویہ واخبار الخلفاء ص ۲۵)

حضرت کنانہ رضی اللہ عنہ بڑے عالم اور اپنی قوم کے سردار تھے ان کے علمی کمال کی وجہ سے عرب انہیں ملجا و ماوی سمجھتے تھے اور اکثر ان کے حضور حاضر رہتے تھے اور حضرت کنانہ یہ خطاب فرمایا کرتے تھے کہ نبی آخر الزمان جن کا نام احمد ہوگا مکہ شریف میں پیدا ہونگے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی لوگوں کو دعوت دیں گے اور نیکی و احسان اور مکارم اخلاق کا حکم فرمائیں گے تو اے عرب تم ان کی اتباع و پیروی کرنا اور انہیں نہ جھٹلانا کہ عزت و شرف اس نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع ہی سے ہے اور وہی حق ہے، علامہ احمد بن زینی بن دحلان شافعی مفتی مکہ "السیرۃ النبویہ والآثار المحمدیہ" میں اور امام حلبی "انسان العیون" میں رقمطراز ہیں:

"ما نقل عن جده صلى الله عليه وسلم كنانة بن خزيمة
انه كان شيخا عظيما حسيبا تقصده العرب لعلمه وفضله
وكان يقول قد آن خروج نبي من مكة يدعى احمد
يدعو الى الله تعالى والى البر والاحسان ومكارم الاخلاق
فاتبعوه تزدادوا شرفا وعزا الى عزكم ولا تعتدوا
اى لا تكذبوا ما جاء به فهو الحق"

(ج ۱ ص۱۰ و ج ۱ ص۱۶)

اور حضرت کنانہ جب کسی کا کوئی عیب دیکھتے تو اسکی پردہ پوشی فرماتے، سیرت حلبیہ میں ہے:

قيل له كنانه لانه (اى قال) لستره على قومه وحفظه
لاسرارهم (ج ۱ ص۱۶)

حضرت کنانہ رضی اللہ عنہ کے والد گرامی کا نام خزیمہ رضی اللہ عنہ ہے۔ خزیمہ خزمہ کی تصغیر ہے، اور یہ خزم سے بنا ہے اور اس کا معنی ہے بکھرے موتیوں کو ایک جگہ جمع کر دینا۔

چونکہ ان کے آباء و اجداد میں جو نور علم و ایمان اور تقویٰ و عرفان تھا وہ تمام نور اللہ تعالیٰ نے ان میں جمع فرما دیا اسلئے ان کا نام خزیمہ رکھا گیا۔ ان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور جلوہ گر تھا۔

امام دیار بکری فرماتے ہیں:

"وانما سمی خزیمة تصغیر خزمة لانه خزم نور آبائه وفیه نور رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم۔ (تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۱۰)

اور امام احمد بن زینی بن دحلان شافعی مفتی مکہ ارشاد فرماتے ہیں:

وجاء ان خزیمة کان یری نور النبی صلی الله علیه وآله وسلم بین عینیه (السیرة النبویة والآثار المحمدیة ج ۱ ص ۱۰)

امام جلال الدین عبد الرحمن السیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "مسالک الحنفا" میں لکھتے ہیں:

وقد اخرج ابن حبیب فی تاریخه عن ابن عباس قال کان معد وربیعة ومضر وخزیمة واسد علی ملة ابراهیم علیه السلام فلا تذکروهم الا بخیر (ص ۳۷)

کہ امام ابن حبیب نے اپنی تاریخ میں سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ معد، ربیعہ، مضر، خزیمہ، دین ابراہیم علیہ السلام پر تھے تو انہیں بھلائی کے ساتھ ہی یاد کیا کرو،

امام ابن حبیب کا تعارف

متقدمین مؤرخین میں سے ابن حبیب نام کے دو بزرگ ہوئے ہیں، اور مجھے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس حدیث کے راوی کون سے ابن حبیب ہیں، اسلئے ان دونوں بزرگوں کا مختصر تعارف لکھ رہا ہوں،

نمبر ۱: امام محمد بن حبیب بن امیہ بن عمرو الہاشمی البغدادی

عالم باللغة والشعر والاخبار والانساب، یہ بزرگ امام ابن الاعرابی، ابن الکلبی، قطرب اور ابو عبیدہ، ابو یقظان کے شاگرد ہیں اور امام ابو سعید سکری کے استاذ ہیں۔ یہ بغداد شریف میں پیدا ہوئے اور ماہ ذی الحجہ میں سامراء کے مقام پر ۲۴۵ھ میں وفات پائی۔

(معجم المؤلفین ج ۹ ص ۱۷۵)

نمبر ۲ امام ابو مروان عبدالملک بن حبیب بن سلیمان بن ہارون ابن جاہمہ بن عباس بن مرداس السلمی العباسی الاندلسی القرطبی المالکی

فقیہ علی مذہب المدنیین، مؤرخ، علم نسب کے ماہر، ادیب، لغوی، نحوی، عروضی شاعر، ایبرہ کے مقام پر ۱۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور قرطبہ میں رہے وہاں سے مصر چلے گئے اور مصر سے پھر اندلس آگئے اور وہیں اندلس میں ۲۳۸ھ میں پانچ رمضان المبارک کو وفات پائی۔ (معجم المؤلفین ج ۶ صد ۱۸۱)

نیز اسی حدیث کو علامہ احمد بن زینی بن دحلان مفتی مکہ نے اپنی کتاب "السیرۃ النبویہ والاثار المحمدیہ" میں امام کبیر، امام المفسرین، سید المحدثین، سند المورخین ابو جعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ کی "تاریخ الامم والملوک" کے حوالہ سے نقل کیا اور اسمیں حضرت اسد کے نام کا بنت اضافہ ہے، حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کے نام میں اختلاف ہے۔ امام طبری نے سلمی اسلم بن الحاف بن قضاعہ ذکر کیا ہے۔ (تاریخ الامم والملوک ج ۱ صد ۱۸۹)

امام ابن حبان نے بنت اسلم کی بجائے بنت سعد لکھا ہے (سیرت نبویہ صد ۳۶)
امام دیار بکری نے سلمی بنت سود بن اسلم ذکر کیا، اور بعض نے قرزیۃ ذکر کیا ہے۔
(تاریخ الخمیس ج ۱ صد ۱۵۱)

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کا ایک سگا بھائی تھا اس کا نام ہذیل اور ایک بھائی سوتیلا یعنی ماں کی طرف سے اس کا نام تغلب ابن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ ہے۔ امام طبری لکھتے ہیں:

خزیمہ وامہ سلمی بنت اسلم بن الحاف بن قضاعہ واخوہ لابیہ وامہ ہذیل واخوہما لامہا تغلب ابن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعۃ وقد قیل ان ام خزیمہ وہذیل سلمی بنت اسد ابن ربیعۃ
(تاریخ الامم والملوک ج ۱ صد ۱۸۹)

حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کے والد گرامی کا نام بقول امام ابن ہشام، عامر اور بقول امام طبری عمرو، امام حلبی نے بھی یہی ذکر کیا ہے اور لقب مدرکہ ہے، حضرت مدرکہ رضی اللہ عنہ

تمام عرب سے زیادہ معزز و مکرم تھے۔ امام حلبی اپنی سیرت میں لکھتے ہیں:

قیل لہ مدرکۃ لانہ ادرک کل عز وفخر کان فی آبائہ (سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۱۶)

حضرت مدرکہ رضی اللہ عنہ کے چہرہ میں آنکھوں کے درمیان نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک ظاہر ہوتا تھا، چنانچہ امام دیار بکری تاریخ خمیس میں لکھتے ہیں:

وفیہ نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ج ۱ ص ۱۵)

اور علامہ احمد بن زینی بن دحلان مفتی مکہ اپنی کتاب "السیرت النبویۃ والآثار المحمدیہ" میں لکھتے ہیں:

"کان یری نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بین عینیہ"

(ج ۱ ص ۱۰)

اور امام حلبی اپنی کتاب "انسان العیون فی سیرت الامین المامون" میں رقمطراز ہیں:

وکان فیہ نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ای ولعل المراد ظہورہ فیہ (ج ۱ ص ۱۶)

حضرت مدرکہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام لیلیٰ، لقب خندف بنت حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ اور خندف کی والدہ کا نام ضریۃ بنت ربیعۃ بن نزار ہے۔ حضرت مدرکہ رضی اللہ عنہ کے اور دو بھائی تھے:

(۱) طابخہ : اس کا نام عامر تھا اور

(۲) قمعہ : اس کا نام عمیر تھا۔

حضرت مدرکہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا لقب خندف اسلئے رکھا گیا کہ ایک بار حضرت الیاس رضی اللہ عنہ اپنے اونٹوں کو ایک چراگاہ میں لیکر جا رہے تھے، تو اچانک ایک خرگوش نکلا اور اونٹ اس خرگوش سے ڈر کر بھاگ گئے، حضرت الیاس رضی اللہ عنہ کے اپنے صاحبزادوں کو فرمایا جاؤ اونٹ تلاش کر کے لاؤ، تو تینوں بھائی اس مقصد کیلئے نکلے، حضرت عمرو نے اونٹوں کو پا لیا اور حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے اس خرگوش کو پکڑ کر اسے ذبح کیا اور پکانا شروع کر دیا، انہیں وہ پکاتے ہوئے دیکھ کر حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: انت طابخۃ "تو پکانے والا ہے" ان کا یہ لقب مشہور ہو گیا۔ اور حضرت عمیر رضی اللہ عنہ خوف کی وجہ سے کسی جگہ چھپ کر بیٹھ گئے اور وہاں

سے نہ نکلے تو حضرت الیاس رضی اللہ عنہ نے ان کو فرمایا "أَنْتَ قَمَعَةٌ" تو چھپنے والا ہے" اور حضرت مدرکہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ان کے پیچھے بڑی تیزی سے جانے لگی، تو حضرت الیاس رضی اللہ عنہ نے انہیں فرمایا "اَیْنَ تُخَنْدِفِیْنَ"، "أی تسعین" تو کہاں دوڑی جارہی ہے، اس وجہ سے ان کا لقب "خندف" مشہور ہوگیا۔

اس کے علاوہ مورخین نے اور وجوہ بھی بیان کی ہیں۔ (تاریخ طبری ج ۱ ص ۱۸۹)

(و تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۱۵)

مگر مشہور وجہ یہی ہے کہ جو ہم نے بیان کی ہے۔

حضرت مدرکہ رضی اللہ عنہ کے والد گرامی کا نام جبیب "لقب الیاس" رضی اللہ عنہ، امام سدید الدولہ محمد بن عبد الکریم بن ابراھیم بن عبد الکریم بن رفاعہ الشیبانی المعروف بابن الانباری متوفی ۵۵۸ھ (معجم المؤلفین ج ۱ ص ۱۲۶) کے نزدیک "إلیاس" ہمزہ کی زیر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، اور امام ابو محمد، محدث، لغوی، نحوی، قاسم بن ثابت بن حزم بن عبد الرحمٰن ابن مطرف بن سلیمان بن یحیی العوفی السرقسطی، ان کی پیدائش ۲۵۵ھ میں ہوئی، اور ماہ شوال ۳۰۲ھ سرقسطہ کے شہر میں وفات پائی۔

(از معجم المؤلفین ج ۸ ص ۹۶)

موصوف اپنی کتاب "الدلائل فی شرح غریب الحدیث" میں فرماتے ہیں کہ "أَلْیاس" ہمزہ کی زبر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اور "رجاء" (امید) کی ضد ہے، یعنی اس کا معنی ہے "ناامیدی" (الروض الانف ج ۱ ص ۷)

(و تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس ج ۱ ص ۱۴۹)

حضرت جبیب رضی اللہ عنہ کا لقب "الیاس" اس لئے رکھا گیا کہ ان کے والد بوڑھے ہوگئے تھے اور ان کی اولاد نہیں تھی اور وہ بالکل ناامید ہوچکے تھے، اس ناامیدی کی عمر میں حضرت جبیب رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو ان کے والد نے ان کا لقب "الیاس" یعنی سن ناامیدی میں پیدا ہونیوالا بچہ، رکھ دیا، اور وہ اسی نام سے مشہور ہوگئے۔

اسی وجہ سے اکثر اہل سیرت نے ان کا نام الیاس ہی لکھا ہے، حضرت امام بکری نے سیرۃ مغلطائی کے حوالہ سے ان کا نام "جبیب" ذکر کیا ہے، حضرت جبیب الیاس رضی اللہ عنہ مومن صالح تھے ان کے ایمان کی احادیث میں صراحت موجود ہے، امام سہیلی رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب "الروض الانف" میں لکھتے ہیں:

ویذکر عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ قال لا تسبوا الیاس فانہ کان مؤمنا"

کہ حضرت الیاس کو برا مت کہو کیونکہ بلاشبہ وہ مؤمن تھے (ج ۱ ص ۵)

یہ حدیث امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسائل میں امام سہیلی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے نقل فرمائی۔ اور امام دیار بکری حیاۃ الحیوان کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"کان الیاس مؤمنا وکان یسمع من صلبہ تلبیۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالحج فیتعجب منہ۔

(تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۱۳۹)

یعنی حضرت الیاس مؤمن تھے اور وہ حج کے دنوں میں اپنی پشت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تلبیہ (لبیک اللھم لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ والملک لک) پڑھنے کی بھینی بھینی آواز سنتے تھے اور تعجب فرماتے تھے۔ اور امام سہیلی "الروض الانف" میں لکھتے ہیں:

وذکر انہ کان یسمع من صلبہ تلبیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالحج (ج ۱ ص ۸)

امام سہیلی کی یہ عبارت امام سیوطی نے اپنے رسائل میں بھی نقل فرمائی، اور امام حلبی "انسان العیون" میں لکھتے ہیں:

وجاء فی حدیث لا تسبوا الیاس فانہ کان مؤمنا (الی ان قال) وکان الیاس یسمع من صلبہ تلبیۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم المعروفۃ فی الحج۔

(انسان العیون ج ۱ ص ۲۷)

اور علامہ احمد بن زینی بن دحلان شافعی مفتی مکہ "السیرۃ النبویۃ والآثار المحمدیۃ" میں رقمطراز ہیں:

وتواتر ان جدہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الیاس کان یسمع من صلبہ تلبیۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم المعروفۃ فی الحج (الی ان قال) وجاء فی الحدیث لا تسبوا الیاس فانہ کان مؤمنا (ج ۱ ص ۱۱ علی ھامش الحلبیہ)

یعنی یہ بات تواتر سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدِ امجد حضرت الیاس رضی اللہ عنہ اپنی صلب مطہر سے آقائے دو جہاں صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تلبیہ حج پڑھنے کی آواز سُنتے تھے، اور حدیث شریف میں ہے کہ حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بُرا مت کہو کیونکہ بلاشبہ وہ مؤمن تھے، اور ان میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نورِ مبارک ظاہر ہوتا تھا، امام بکری لکھتے ہیں:

وفیہ نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (تاریخ خمیس ج ۱ ص ۱۲۹)

حضرت الیاس رضی اللہ عنہ عرب میں ایسے ہی صاحب علم وفضل اور صاحب حکمت و دانا تھے جیسے حضرت لقمان رضی اللہ عنہ اپنی قوم میں صاحب حکمت اور علم وفضل کے مالک تھے۔ حضرت الیاس رضی اللہ عنہ کے علم وفضل و صاحب حکمت ہونے کی وجہ سے عرب ان کی نہایت ہی تعظیم کرتے تھے اور انہیں قائد عرب اور سید العشیرہ کے نام سے پکارتے تھے۔

حضرت الیاس رضی اللہ عنہ عربوں کے حاکم تھے۔ تمام عرب ان کے بغیر اپنے کسی معاملہ میں خود کوئی فیصلہ نہیں کرتے تھے۔ بلکہ عرب کے تمام معاملات میں حضرت الیاس رضی اللہ عنہ جو فیصلہ فرماتے اسی پر عمل کیا جاتا تھا،

امام دیار بکری رحمۃ اللہ اپنی تاریخ میں تحریر فرماتے ہیں:

ولم تزل العرب تعظم الیاس بن مضر تعظیم اھل الحکمۃ کلقمان واشباھہ وکان یدعی کبیر قومہ وسید عشیرتہ ولا یقطع امرو لا یقضی لھم دونہ۔

(تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۱۲۹)

اور علامہ احمد بن زینی دحلان علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں،

وکان کبیرا عند العرب یدعونہ سید العشیرۃ ولا یقضون امرا دونہ (الی ان قال) وکان فی العرب مثل لقمان الحکیم فی قومہ، (السیرۃ النبویہ ج ۱ ص ۱۰)

اور امام حلبی ارشاد فرماتے ہیں:

وعظم امرہ عند العرب حتی کانت تدعوہ بکبیر قومہ وسید عشیرتہ وکانت لا تقضی امرا دونہ (الی ان قال) وکان فی العرب مثل لقمان الحکیم فی قومہ۔

(انسان العیون ج ۱ ص ۱۰)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وفات کے بعد جب رکن یمانی چھپا دیا گیا اور لوگوں کو اس کا کچھ علم نہ تھا تو سب سے پہلے حضرت الیاس رضی اللہ عنہ اس پر مطلع ہوئے اور آپ نے مقام ابراہیم کو اس کے اصل مقام پر رکھا۔ بعض لوگ رکن یمانی کی بجائے مقام ابراہیم کہتے ہیں۔ لیکن صحیح وہ ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے،

امام دیار بکری فرماتے ہیں:

انما هلك الركن بعد ابراهيم واسماعيل عليهما السلام وهو الاشبه (تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۱۵۰)

اور سب سے پہلے ہدی کے لئے حضرت الیاس رضی اللہ عنہ نے جانور بھیجے ہدی اس جانور کو کہتے ہیں جو محصر (یعنی وہ محرم جسے دشمن وغیرہ نے راستے میں روک لیا ہو) قربانی کے لئے ایام حج میں مکہ معظمہ میں بھیجے،

تاریخ خمیس، سیرت حلبیہ، سیرت نبویہ لزینی دحلان وغیرہ کتب سیرت میں ہے:

"وهو اول من اهدى البدن الى البيت"

اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اس سنت کو برقرار رکھا بلکہ ہدی کے بھیجنے کو اپنے شعائر میں سے قرار دیا،

قرآن کریم میں رب ذوالجلال کا فرمان ہے:

"والبدن جعلنا ها لكم من شعائر الله" (الحج پ ۱۷)

اور سب سے پہلے سل کی مرض انہیں لاحق ہوئی اور اسکی وجہ سے ان کا انتقال ہوا، جب حضرت الیاس رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ان کی زوجہ اس پر بہت ہی غمگین ہوئیں اور وہ غم ان کے لئے جان لیوا ثابت ہوا۔

سیرت حلبیہ میں ہے:

وهو اول من مات بعلة السل ولما مات حزنت عليه زوجته خندف حزنًا شديدًا لم يظلها سقف بعد موته حتى ماتت (ج ۱ ص ۱۷)

حضرت الیاس رضی اللہ عنہ کی وفات جمعرات کے دن ہوئی، امام دیار بکری تاریخ الخمیس میں لکھتے ہیں:

وكانت وفاة الياس يوم الخميس (ج ۱ ص ۱۵۰)

حضرت الیاس رضی اللہ عنہ کی والدہ کے نام میں بھی اختلاف ہے۔ بعض نے حضرت الیاس رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام خزیمہ ذکر کیا ہے۔ چنانچہ امام دیاربکری فرماتے ہیں:

وتزوج مضر خزیمة فولدت له الیاس"

(تاریخ الخمیس ج ۱ ص۱۲۹)

اور امام طبری رحمۃ اللہ نے ان کی والدہ کا نام رباب بنت حَیدَہ بن معد لکھا ہے، اور حضرت الیاس رضی اللہ عنہ کا ایک بھائی تھا۔ اس کا نام عیلان تھا۔ عیلان عیلہ سے ماخوذ ہے اور عیلہ کا معنی ہے محتاجی چونکہ حضرت عیلان بہت سخی تھے، اور بہت خرچ کرتے تھے اس وجہ سے لوگ عتاب کرتے اور انہیں کہتے تھے کہ تو محتاج ہو جائے گا۔ اے عیلان تو یہی (عیلان) نام مشہور ہو گیا۔

تاریخ طبری میں ہے:

وامه الرباب بنت حَیدة بن معد واخوه لابیه
وامه الیاس وهو عیلان وسمی عیلان فیما ذکر لانه
کان یعاتب علی جوده فیقال له لتغلبن علیک
العیلة یا عیلان فلزمه هذا الاسم (ج ۲ ص۱۸۹)

اور امام ابن حبان نے رباب بنت ایاس بن معد ذکر کیا ہے۔

(سیرت نبویہ ص۳۸)

حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام مضر رضی اللہ عنہ ہے،

مضر مضیرۃ یا اللبن الماضر سے ماخوذ ہے، مضیرہ ایک ایسی شئی ہے جو دودھ سے تیار کی جاتی ہے اور وہ نہایت ہی سفید رنگ کی ہوتی ہے، چونکہ حضرت مضر رضی اللہ عنہ نہایت ہی سفید رنگ کے تھے اسلئے ان کا نام مضر رکھا گیا۔

امام سہیلی رحمہ اللہ "الروض الانف" میں لکھتے ہیں:

واما مضر فقد قال القتبی هو من المضیرة او من
اللبن الماضر والمضیرة شیء یصنع من اللبن فسمی
مضر لبیاضه (ج ۱ ص۸)

اور ان کو مضر الحمراء کہا جاتا تھا، کیوں کہ جب حضرت مضر رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی ربیعہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد گرامی کا ترکہ آپس میں تقسیم کیا تو ان کے مال سے جو سونا تھا وہ حضرت مضر رضی اللہ عنہ نے لے لیا اور گھوڑے حضرت

ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لے لئے۔ اس وجہ سے حضرت مضر کو حضرت مضر الحمراء اور حضرت ربیعہ کو ربیعۃ الفرس کہتے تھے، امام حلبی رحمۃ اللہ سیرت حلبیہ میں لکھتے ہیں:

ویقال لہ مضر الحمراء قیل لانہ لما اقتسم ھو واخوہ ربیعۃ مال والدھما اعنی نزارا اخذ مضر الذھب فقیل لہ مضر الحمراء واخذ ربیعۃ الخیل ومن ثم قیل لہ ربیعۃ الفرس (ج ۱ ص۱۷)

حضرت مضر رضی اللہ عنہ نہایت ہی حسین و جمیل تھے، دیکھنے والے کا دل موہ لیتے تھے کہ اگر ان کو کوئی دیکھتا تو وہ ان پر فریفتہ ہو جاتا اور ان کی آواز بھی بہت ہی پیاری تھی۔ درحقیقت ان کا یہ حسن و جمال اور چہرہ کی دمک نور مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت تھی،

امام الشافعیہ مُفتی حرم علامہ احمد بن زینی بن احمد دحلان اپنی کتاب "سیرت نبویہ و آثار المحمدیہ" میں لکھتے ہیں:

وجاء ایضا ان مضر انما سمی بذلک لانہ کان یمضر القلوب ای یأخذھا لحسنہ وجمالہ ولم یرہ احد الا احبہ لما کان یشاھد فی وجہہ من نور النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم (ج ۱ ص۱۰)

اور امام بکری رقمطراز ہیں:

وفیہ نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانما سمی مضر لانہ اخذ بالقلب ولم یکن یراہ احد الا احبہ الی ان قال وکان من احسن الناس صوتا۔ (تاریخ الخمیس ج ۱ ص۱۴۸)

حضرت مضر و حضرت ربیعہ مؤمن و متقی تھے

حضرت مضر و حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہما دونوں مؤمن صالح متقی اور پرہیز گار تھے، احادیث مبارکہ میں ان کے مؤمن ہونے کی صراحت موجود ہے۔ امام دیار بکری حضرت مضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں:

کَانَ مُسْلِمًا عَلٰی مِلَّۃِ ابراھیم — کہ وہ مسلمان تھے ملت ابراہیمی پر تھے،

(تاریخ خمیس ج ۱ ص۱۴۸)

علامہ زینی دحلان سیرت نبویہ میں اور امام حلبی سیرت حلبیہ میں فرماتے ہیں:

وجاء فی حدیث لا تسبوا ربیعة ولا مضر فانهما کانا مؤمنین، وفی روایة لا تسبوا مضر فانه کان علی ملة ابراهیم (رواه الحلبی فقط) وفی حدیث غریب لا تسبوا مضر فانه کان علی دین اسمٰعیل۔

(سیرۃ نبویہ علی ہامش الحلبیہ ج ا صنا وسیرۃ حلبیہ ج ا ص۲)

اور تاریخ خمیس میں ہے کہ حضرت میمون بن مہران نے حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لا تسبوا مضر ولا ربیعة فانهما کانا من المسلمین"

(ج ا ص۱۲۹)

اور امام الائمہ خاتمۃ المحدثین جلال الملۃ والدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی رحمہ اللہ تعالےٰ "مسالک الحنفاء" میں اور "التعظیم والمنۃ" میں لکھتے ہیں کہ حضرت زبیر بن بکار نے مرفوعاً روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لا تسبوا مضر ولا ربیعة فانهما کانا مؤمنین (ص۵۱)

(ومسالک الحنفاء ص۳۵)

اور یہی حدیث امام سہیلی نے "الروض الانف" میں سند کے بغیر نقل فرمائی ہے۔

(ج ا ص۸)

امام سیوطی "مسالک الحنفاء" میں امام سہیلی سے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں، قلت: وقفت علیه مسندا۔ مجھے اسکی سند معلوم ہے، پھر امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے اسکی سند بیان فرمائی لیکن "سمیر بن سمین" کے لفظ میں۔ اور وہ سند درج ذیل ہے۔

اس سند کو امام ابو بکر محمد بن خلف بن حیان المعروف وکیع نے اپنی کتاب "الغرر من الاخبار" میں ذکر کیا، فرماتے ہیں،

"ہمیں حدیث بیان کی اسحاق بن داؤد بن عیسیٰ المروزی ابو یعقوب الشعرانی نے انہیں حدیث بیان کی سلیمان بن عبد الرحمٰن الدمشقی نے انہیں عثمان بن فائد نے انہوں نے حضرت یحییٰ بن طلحہ بن عبید اللہ سے وہ حضرت اسماعیل بن محمد بن سعد ابی وقاص سے وہ حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما سے انہوں

نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے ارشاد فرمایا، حضرت ربیعہ اور حضرت مضر رضی اللہ عنہما کو برا مت کہو کہ بلاشبہ وہ مسلمان تھے، چنانچہ لکھتے ہیں:

قال: حدثنا اسحاق بن داؤد بن عیسی المروزی ابو یعقوب الشعرانی قال حدثنا سلیمان بن عبد الرحمن الدمشقي قال حدثنا عثمان بن فائد عن يحيي بن طلحة بن عبيد الله عن اسمٰعيل بن محمد بن سعد بن ابی وقاص عن عبد الرحمن بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: لا تسبوا ربيعة ولا مضر فانهما كانا مسلمين۔ (ص۳۷)

سندِ حدیث پر بحث

نمبر۱: امام ابو بکر محمد بن خلف بن حیان بن صدقہ بن زیاد الضبی، المعروف بہ وکیع "صاحب غرر الاخبار" فقیہ، قاری قرآن، نحوی، مؤرخ اور اصحاب سیر میں سے تھے۔ شاعر بھی تھے اور اھواز کے قاضی تھے، ان کی وفات بغداد شریف ماہ ربیع الاول ۳۰۶ھ میں ہوئی۔

(معجم المؤلفین ج ۹ ص۲۸۴)

لسان المیزان میں ہے:

کان عالماً فاضلاً نبیلاً فصیحاً من اهل القرآن والفقه والنحو، (الی ان قال) حسن الاخبار عارفاً بایام الناس۔

(ج ۵ ص۱۵۶ و ص۱۵۷)

یعنی امام ابو بکر وکیع عالم، فاضل، فصیح و بلیغ، قاری قرآن، فقیہ، نحوی، مورخ و عظیم محدث تھے۔

نمبر۲: امام اسحٰق بن داؤد بن عیسٰی المروزی ابو یعقوب الشعرانی ان کا ترجمہ راقم کو کتب اسماء الرجال میں نہیں مل سکا۔

نمبر۳: امام ابو ایوب سلیمان بن عبد الرحمن بن عیسی بن میمون التمیمی الدمشقی ابن بنت

شرحبیل بن مسلم الخولانی یہ امام بخاری و امام ابو داؤد کے شیخ ہیں۔ امام بخاری نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ یہ ثقہ اور اہل دمشق کے فقیہ تھے ان کی پیدائش ۱۵۲ھ یا ۱۵۱ھ میں ہوئی اور ان کی وفات ۲۳۲ھ یا ۲۳۳ھ میں ہوئی،

(تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۳۰۰)

نمبر۴: حضرت ابو لبابہ عثمان بن فائد القرشی البصری یہ بھی ثقہ ہیں۔

(تہذیب التہذیب ج ۷، ص ۱۴۸)

نمبر۵: یحییٰ بن طلحہ بن عبیداللہ القرشی التیمی المدنی، یہ تابعی ہیں ثقہ ہیں۔

(تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۲۳)

نمبر۶: اسماعیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاص الزہری المدنی جلیل القدر تابعی، ثقہ رجال صحیح میں سے ہیں، ان کی پیدائش ۶۰ھ کے بعد ہوئی اور وفات ۱۳۴ھ میں ہوئی۔

تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۳۲۹)

نمبر۷: اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہما صحابی ہیں، ان کے ثقہ و عادل ہونے میں کوئی کلام نہیں، یہ حدیث لائق حجت ہے:

اور امام ابن سعد نے طبقات میں بسند خالد بن خداش وہ حضرت عبداللہ بن وہب سے وہ سعید بن ابی ابو ایوب سے وہ حضرت عبداللہ بن خالد سے مرسلاً روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لا تسبوا مضر فانه کان قد اسلم"

سند حدیث

نمبر۱: خالد بن خداش بن عجلان الازدی المہلبی ابو الہیثم البصری البغدادی، یہ امام بخاری کے شیخ ہیں، امام بخاری نے الادب المفرد میں ان سے احادیث روایت کی ہیں! اور یہ امام مسلم، امام ابو داؤد، امام نسائی، امام ابو حاتم، امام ابو زرعہ، امام الفقہاء والمحدثین احمد بن حنبل وغیرہم اجلہ محدثین کے بھی شیخ ہیں، یہ رجال صحیح میں سے ہیں، ان کی وفات ۲۲۳ھ یا ۲۲۴ھ میں ہوئی،

(تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۸۵)

نمبر۲: امام ابومحمد عبداللہ بن وہب بن مسلم القرشی، الفقیہ، یہ امام سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ رحمہما اللہ تعالیٰ کے تلمیذ اور امام علی بن المدینی، محمد بن سلمہ المرادی وغیرھما اکابر محدثین کے شیخ ہیں، یہ بھی رجال صحیح میں سے ہیں۔

(تہذیب التہذیب ج ۶ ص۲)

نمبر۳: سعید بن ابی ایوب، ان کا نام مقلاص الخزاعی ابو یحییٰ المصری، یہ کعب بن علقمہ، عقیل بن خالد، شرحبیل بن شریک کے شاگرد اور امام ابن جریج، امام ابن المبارک وغیرہ ائمہ محدثین کے شیخ ہیں، ان کی پیدائش ۱۰۰ھ اور وفات ۱۴۹ھ یا ۱۶۱ھ۔ اور یہ بھی ثقہ، فقیہ تھے، رجال صحیح سے ہیں۔

(تہذیب التہذیب ج ۴ ص۷، ص۸)

نمبر۴: عبداللہ بن خالد رضی اللہ عنہ یہ تابعی ہیں، بعض اصحاب جرح والتعدیل نے انہیں ضعیف کہا۔

یہ حدیث بھی لائق حجت ہے، اور امام دیار بکری نے ایک اور حدیث روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اذا اختلف الناس فالحق مع مضر"

"یعنی جب لوگ اختلاف کریں (مذہب وعقائد میں کئی فرقے ہوجائیں) تو حضرت مضر کے ساتھ لاحق ہوجانا (یعنی تو ملت ابراہیم علیہ السلام پر رہنا جیساکہ حضرت مضر رضی اللہ عنہ دین ابراہیمی پر تھے۔"

(تاریخ خمیس ج ۱ ص۱۴۹)

مذکورہ بالا احادیث سے واضح ہوگیا کہ حضرت مضر رضی اللہ عنہ مؤمن، متقی، اور دین ابراہیمی علیہ السلام پر تھے، حضرت مضر رضی اللہ عنہ کے تین بھائی اور تھے ان کے نام درج ذیل ہیں۔

(۱) ایاد (۲) ربیعہ (۳) انمار

ان سب کی والدہ کا نام سودہ بنت عک بن عدنان اور بعض کے نزدیک حضرت سودہ صرف حضرت مضر کی والدہ ہیں۔ ان کے علاوہ باقی تین کی والدہ کا نام شقیقہ بنت عک بن عدنان، یہ حضرت سودہ کی بہن ہیں،

تاریخ خمیس میں ہے:

ولد نزار بن معد اربعة بنین مضر، وربیعة وانما

وایاد (الی ان قال) وامهم سودة بنت عك بن عدنان
وقیل هي ام مضر خاصة وام اخوته الثلاثة اختها شقیقة
بنت عك بن عدنان (ج ۱ ص۱۳)

لیکن امام ابو جعفر طبری فرماتے ہیں کہ حضرت مضر رضی اللہ عنہ وایاد کی والدہ سودہ بنت عک بن عدنان اور ربیعہ وانمار کی والدہ کا نام جدالۃ بنت وعلان بن جوشم بن جلہمۃ بن عمرو قبیلہ بنی جرہم سے تھیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

وامه سودة بنت عك واخوه لابيه وامه اياد لهما اخوان
من ابيهما من غير امهما وهما ربيعة وانمار امهما
جدالة بنت وعلان بن جوشم بن جلهمة بن
عمرو من جرهم (تاریخ طبری ج ۲ ص۱۸۹)

حضرت مضر رضی اللہ عنہ کی قبر انور مقام روحاء میں ہے اور لوگ اسکی زیارت کو جاتے ہیں۔ چنانچہ امام حلبی سیرت حلبیہ میں لکھتے ہیں:

"وعن ابی عبید البکری ان قبر مضر بالروحاء یزار"

اور مقام روحاء مدینہ شریف سے تقریباً دو راتوں کا سفر ہے، امام حلبی فرماتے ہیں:

"والروحاء علی لیلتین من المدینة"

(سیرۃ حلبیہ ج ۱ ص۱)

اور علامہ زینی دحلان فرماتے ہیں:

قیل ان قبر مضر بالروحاء (سیرت نبویہ ج ۱ ص۱۱)

امام ابو عبید البکری کا تعارف

امام ابو عبید عبداللہ بن عبدالعزیز بن محمد بن ایوب ابن عمرو البکری۔ لغوی۔ مؤرخ، علم نسب کے ماہر، جغرافیہ کے ماہر، ماہ شوال قرطبہ کے شہر ۴۳۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۸۷ھ میں وفات پائی اور مقبرۃ ام سلمہ میں مدفون ہوئے۔

(معجم المؤلفین ج ۶ ص۷۵)

امام جلال الدین سیوطیؒ نے ان کا نام "عبداللہ بن عبدالعزیز بن ابی مصعب الاندلسی ابو عبید البکری" ذکر کیا ہے ، پھر لکھتے ہیں :

کان اماماً لغویاً ، اخباریاً ، متقناً ،

انہوں نے ایک کتاب لکھی اور اسمیں اعلام نبوۃ جمع فرمائے ، علماء کے نزدیک انکی وہ کتاب بہت معتبر ہے اسی سے علماء استفادہ کرتے ہیں ، ان کا انتقال بھی ماہ شوال میں ہوا (بغیۃ الوعاۃ ص۲۸۵)

سیرت حلبیہ میں ابو عبیدہ لکھا ہے اور صحیح ابو عبید ہے ، حضرت مضر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے " جو شخص نیکی اور بھلائی کرے گا تو اسکو وہ مقام و مرتبہ نصیب ہوگا کہ لوگ اسکے مقام و مرتبہ کی وجہ سے اس پر رشک کریں گے ، اور جو برائی کرے گا اسے شرمندگی اور ندامت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا ۔

امام علی بن برہان الدین " انسان العیون " میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مضر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے :

من یزرع خیرا یحصد غبطۃ ومن یزرع شرا یحصد ندامۃ ۔ (ج ۱ ص۱۷)

اور اسی طرح تاریخ خمیس میں ہے ۔ (ج ۱ ص۱۴۹)

حضرت مضر رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حضرت نزار رضی اللہ عنہ ، کنیت ابو ایاد ، یا ابو ربیعہ ہے ، (تاریخ طبری ج ۲ ص۱۹۰)

نزار نزر (نون کی زیر کے ساتھ) سے ماخوذ ہے ، اور اس کا معنی ہے ، قلیل تھوڑا ۔ کتب سیرت میں ہے کہ حضرت نزار رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو ان کے چہرۂ انور میں دو آنکھوں کے درمیان نور مصطفےٰ چمکتا تھا ، جب ان کے والد نے حضرت نزار کے چہرہ انور میں نور مصطفےٰ چمکتا دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور انہوں نے کئی اونٹ ذبح کئے اور کھانا پکایا اور بہت بڑی قربانی فرمائی ، پھر انہوں نے فرمایا یہ سب کچھ یہ معمولی سی قربانی اس بچے کے حق میں نزر ہے ، اس وجہ سے ان کا نام نزار رکھ دیا گیا ، اور وہ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ حسین و جمیل اور سب سے زیادہ عقلمند اور دانا تھے ، چنانچہ علامہ زینی دحلان سیرت نبویہ میں لکھتے ہیں :

وان نزارلما ولد نظر ابوہ الی نور النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین عینیہ ففرح فرحا شدیدا ونحر واطعم وقال

ان ھذا کلہ نزر ای قلیل بحق ھذا المولود فسمی نزارا بذلک وکان اجمل اھل زمانہ واکبرھم عقلاً۔ (ج ۱ ص۱۰ علی ھامش الحلبیہ)

اور امام دیار بکری لکھتے ہیں :

وانما سمی نزار ابکسر النون من النزر وھو القلیل لان معدا نظر الی نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی وجھہ فقرب لہ قربانا عظیما وقال لقد استقللت لک ھذا القربان وانہ نزر قلیل فسمی نزار وخرج اجمل اھل زمانہ واکثرھم عقلاً "

(تاریخ خمیس ج ۱ ص۱۴۸)

ایک سؤال اور اس کا جواب

یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ حضرت نزار رضی اللہ عنہ کے مؤمن ہونے کی کوئی صراحت نہیں اور ان کے متعلق یہ معلوم نہیں کہ وہ کس دین پر تھے؟

چنانچہ امام دیار بکری فرماتے ہیں :

واما نزار بن معد فلم تدر ملة (تاریخ خمیس ج ۱ ص۱۴۸)

لہٰذا ان کے متعلق یہ حکم لگانا کہ وہ دینِ ابراہیم علیہ السلام پر تھے اور مومن صالح تھے، درست نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ کسی کے ایمان کی صراحت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اسکو کافر و مشرک نہیں کہا جائے گا جیسا کہ پہلے ہم پوری تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔ خصوصاً نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء کرام کے متعلق یہ شک کرنا کہ وہ مؤمن تھے یا نہیں، ایمان کی خرابی کی دلیل ہے، جو شخص یہ سمجھتا ہو کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء کرام میں کوئی ایک بھی کافر تھا تو وہ اپنے ایمان کی خیر منائے۔ ہمارا ایمان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء کرام وامہات مؤمنین ومومنات تھے آپ کے نسب مبارک کے طیب و طاہر ہونے میں کوئی شک نہیں، امام جلال الملۃ والدین السیوطی اپنی کتاب

"المقامۃ السندسیۃ فی النسبۃ المصطفویۃ" میں ارشاد فرماتے ہیں:

"خیر الخلیقۃ اما و ابا، و ازکاھم حسبا و نسبا، خلق اللہ لاجلہ الکونین، و اقربہ من کل مؤمن بعینین،

یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے والدین کے اعتبار سے پوری مخلوق سے بہتر ہیں اور حسب و نسب کے لحاظ سے پوری خلق سے زیادہ پاک، اللہ تعالیٰ نے انہیں کے لیے کونین کو پیدا فرمایا، اور انہیں دنیا میں مبعوث فرما کر ہر مؤمن کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائی بلکہ خود آقا دو جہاں صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

"انا انفسکم نسبا۔ میں تم سب میں اپنے نسب کے لحاظ سے نفیس ترین وازکا و افضل یعنی طیب و طاہر ہوں،

امام حجۃ الاسلام زین الدین ابو حامد محمد بن محمد بن محمد بن احمد الطوسی الشافعی الغزالی حکیم متکلم، فقیہ، اصولی، صوفی، ان کی پیدائش طوس کے قصبہ طابران ۴۵۰ھ میں ہوئی اور وفات ۵۰۵ھ میں ہوئی۔

(معجم المؤلفین ج ۱۱ ص ۲۶۶)

امام یافعی "مرآۃ الجنان" میں لکھتے ہیں کہ امام عارف باللہ محمد بن اسماعیل الحضرمی رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ امام غزالی کی کتابیں پڑھنا جائز ہے؟ تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: محمد بن عبد اللہ سید الانبیاء و محمد بن ادریس سید الائمہ و محمد بن محمد بن محمد الغزالی سید المصنفین (ج ۲ ص ۱۹)

امام غزالی رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ اعلام کا فرمان ہے: حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب مبارک میں ہر فرد کا طیب و طاہر ہونا آپ کی خصوصیات میں سے ہے۔

چنانچہ امام سیوطی لکھتے ہیں:

ومن خصائصہ فیما ذکرہ الغزالی وغیرہ ان اللہ ملکہ الجنۃ، واذن لہ ان یقطع منہا من یشاء ما یشاء واعظم بذلک منۃ، وخصہ بطہارۃ النسب تعظیما لشانہ، وحفظ آبائہ من الدنس تتمیما لبرھانہ، وجعل کل اصل من اصولہ خیر اھل زمانہ"

(المقامۃ السندسیۃ ص ۲)

لہٰذا حضرت نزار رضی اللہ عنہ بھی مومن و صالح اور دین ابراہیمی پر تھے، اور سب سے پہلے عربی انہوں نے لکھی، اور حضرت نزار رضی اللہ عنہ میں امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کا نسب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب مبارک کے ساتھ مل جاتا ہے اور ان سے آگے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب مبارک اور امام احمد بن حنبل کا نسب مبارک ایک ہی ہے،

"انسان العیون" میں ہے:

هو اول من كتب الكتاب العربي على الصحيح والامام احمد بن حنبل رضي الله عنه يجتمع معه صلى الله عليه وسلم في هذا الجد الذي هو نزار (ج ۱ ص ۱۲)

حضرت نزار رضی اللہ عنہ کی قبر اور ان کے بیٹے حضرت ربیعہ کی قبر مدینہ منورہ کے قریب ذات الجیش مقام پر ہے۔

اما دیار بکری لکھتے ہیں:

ان قبر نزار بن معد وقبر ابنه ربيعة بن نزار بذات الجيش قرب المدينة

(تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس ج ۱ ص ۱۴۹)

حضرت نزار رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام معانہ بنت جوشم (قال ابن حبان: جوشم بن جلہمہ بن عمرو (و ذکر ابن حبان فی سیرتہ ص ۴۹) بن حلیمہ بن حرمتیہ: حضرت نزار رضی اللہ عنہ کے تقریباً چودہ بھائی تھے، ان کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) قنص (۲) قناصہ (۳) سنام (۴) حیدان (۵) حیادہ
(۶) جنید (۷) جنادہ (۸) قحم (۹) عبید الرماح (۱۰) عُرف
(۱۱) عوف (۱۲) شک (۱۳) قضاعہ (السہیلی فی الروض ج ۱ ص ۱۵)
(۱۴) سلہم (طبری ج ۲ ص ۱۹۰)

اور امام سہیلی نے ایک اور کا نام بھی ذکر کیا ہے وہ (۱۵) اود ہے،

امام ابو جعفر طبری فرماتے ہیں کہ حضرت نزار کے اور بھائی بھی ہیں، لیکن ان کے نام ذکر نہیں فرمائے۔

حضرت نزار رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حضرت معد رضی اللہ عنہ ہے، حضرت معد رضی اللہ عنہ کا ایک بھائی تھا، اس کا نام عک بن عدنان ہے، اور بعض مؤرخین و اہل سیر

نے حضرت معد کے چند اور بھائی بھی ذکر کئے ہیں - امام ابن کثیر سیرت نبویہ میں فرماتے ہیں کہ امام سہیلی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت معد رضی اللہ عنہ کے اور بھائی بھی ہیں ان کے نام درج ذیل ہیں :

(۱) حارث (۲) مذھب (۳) ضحاک (۴) عدن (وہ عدن شہر کے بانی ہیں) (۵) اُبَین (سیرتِ نبویہ ج ۱ صہ۸۲)

امام طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ حضرت معد کے بھائی کا نام دیث ہے اور بعض نے کہا کہ دیث اور عک ایک ہی شخص کا نام ہے اور بعض نے اور بھی ذکر کئے ہیں وہ یہ ہیں ۔

(۱) ابی بن عدنان (۲) واد بن عدنان (۳) عمی بن عدنان

(ج ۲ صہ۱۹۱)

اس طرح حضرت معد کے نو (۹) بھائی ہوتے ہیں ، اور حضرت معد رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام مَہْدَد بنت اللّہم ، اور وہ اللّہم بن جَلْحَبْ بن جدیس ، اور بعض کے نزدیک ابن طسم اور بعض نے کہا ، ابن الطوسم اور طوسم ، یقشان بن ابراھیم خلیل الرحمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے ہیں - (تاریخِ طبری ج ۲ صہ۱۹۱)

اور ابن حبان نے حضرت معد رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ، مُہَدَّدَۃ بنت جَلْحَب بن جدیس ذکر کیا ہے (السیرت النبویہ صہ۲۹)

حضرت معد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کس دور میں تھے؟

اسمیں مؤرخین و اہلِ سیر کی کتابوں میں بہت زیادہ اختلاف ہے ، ہم اس اختلاف کو پوری تفصیل سے لکھتے ہیں ، اور اسکے بعد یہ واضح کریں گے کہ حضرت معد رضی اللہ عنہ کِس دور میں تھے تاکہ قارئین کو کتبِ تاریخ و سیر پڑھکر اسکے متعلق اضطراب نہ ہو ۔ "انسان العیون" میں امام ابن برہان حلبی لکھتے ہیں ،

وکان معد ان فی زمن عیسٰی علیہ السّلام (ج ۱ صہ۸)

حضرت معد کے والد حضرت عدنان رضی اللہ عنہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے زمانہ میں تھے " اور یہ درست نہیں کیونکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے زمانہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباءِ کرام میں سے حضرتِ کعب رضی اللہ عنہ اور ان کے والد حضرت لؤی رضی اللہ عنہ تھے ،

امام طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں:

"حدثنی الحارث قال حدثنا محمد بن سعد قال اخبرنا هشام عن ابیه عن ابی صالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال کان بین میلاد عیسی والنبی خمس مائة وتسع وستون سنة"

"مجھے حدیث بیان کی حارث نے انہیں محمد بن سعد نے اور انہیں خبر دی ہشام نے اپنے باپ سے وہ ابوصالح سے، وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کے درمیان پانچ سو انہتر (۵۶۹) سال ہیں۔"

ان قول کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے پانچ صد چھبیس برس چھ ماہ (۵۲۶) قبل اٹھائے گئے، اور بعض کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے درمیان پانچ صد اکاون (۵۵۱) برس ہیں۔

"تاریخ الامم والملوک" میں ہے:

"قال بعضهم من مولد عیسی الی مبعث محمد صلی اللہ علیہ وسلم خمس مائة سنة واحدی وخمسین سنة۔ (ج ۲ صفحہ ۱۰، صفحہ ۱۱)

اس قول کے مطابق حضرت کعب بن لوئی کی وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے نو (۹) برس پہلے ہوئی۔

اور ہم پہلے تفصیل سے لکھ چکے ہیں کہ حضرت کعب کی وفات نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پانچ صد ساٹھ سال قبل ہوئی، اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق حضرت کعب کی وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے انچاس برس (۴۹) بعد ہوئی، لہٰذا کعب بن لوئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک ہی زمانہ ہے اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت عدنان کے درمیان تقریباً بارہ آباء ہیں پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت عدنان رضی اللہ عنہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک ہی زمانہ ہو، لہٰذا یہ بات درست نہیں کہ حضرت عدنان رضی اللہ عنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے، اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت معد بن عدنان رضی اللہ عنہما حضرت شعیب علیہ السلام کے زمانہ

میں تھے، چنانچہ امام ابوجعفر طبری فرماتے ہیں:

ان اهل حضور لما قتلوا شعيب بن ذي مهدم الحضوري بعث الله عليهم بخت نصر عذابا فخرج ارمياء وبرخيا محملا معدا فلما سكنت الحرب رداه الى مكة۔"

(تاریخ الامم والملوک ج ۲ ص ۱۹)

بلا شبہ جب اہل حضور نے حضرت شعیب بن ذی مہدم نبی اللہ علیہ السلام کو شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر کو مسلط کر دیا تو حضرت ارمیاء اور حضرت برخیا علیہما السلام حضرت معد کو لیکر وہاں سے چلے گئے پس جب جنگ ختم ہو گئی تو انکو واپس مکہ شریف پہنچا دیا۔"

حضور

حضور یمن کا ایک شہر ہے اور یہ حضور بن عدی ابن مالک بن زید بن سدد بن حمیر بن سبا کے نام سے مشہور ہے۔

معجم البلدان میں ہے:

حضور: بالفتح ثم الضم: بلدة باليمن من اعمال زبيد، سميت بحضور بن عدي ابن مالك بن زيد بن سدد بن حمير بن سبا (ج ۲ ص ۲۷۳)

اہل حضور عرب تھے ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے ایک رسول مبعوث فرمائے، ان کا اسم گرامی حضرت شعیب علیہ السلام ہے اور انہوں نے اس نبی کو شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب بھیجا اور ان پر بخت نصر کو مسلط کر دیا اور اسکے ذریعہ اہل حضور کو تباہ و برباد فرمایا: ان کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانبیاء میں فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے:

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَأَنْشَأْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا آخَرِينَ، فَلَمَّا أَحَسُّوا بَأْسَنَا إِذَا هُمْ مِنْهَا يَرْكُضُونَ، لَا تَرْكُضُوا وَارْجِعُوا إِلَى مَا أُتْرِفْتُمْ فِيهِ وَمَسَاكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْأَلُونَ،

اور کتنی ہی بستیاں ہم نے تباہ کر دیں کہ وہ ظالم تھیں اور ان کے بعد اور قوم پیدا کی، تو جب انہوں نے ہمارا عذاب اپنی آنکھوں سے دیکھا جبھی وہ اس سے بھاگنے لگے، نہ بھاگو اور لوٹ کے جاؤ ان آسائشوں کی طرف جو تم کو دی گئی تھیں اور اپنے مکانوں کی طرف شاید تم سے پوچھا

قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ۔ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ۔ (آیۃ ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵)

جانے، بولے ہائے خرابی ہماری، بلاشبہ ہم ظالم تھے۔ تو وہ یہی پکارتے رہے، یہاں تک کہ ہم نے انہیں کر دیا کاٹے ہوئے، بجھے ہوئے۔

تفسیر آیاتِ مبارکہ

ان آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ وضاحت فرمائی کہ پچھلی آیتوں میں جن مسرفین کے ہلاک کرنے کا ذکر ہے وہ کون تھے اور ان کے عادات واطوار کیا تھے اور وہ کس طرح ہلاک ہوئے تاکہ مشرکوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ بھی انہی مشرکوں کی طرح کافر و بدکار تھے اور مشرکین یہ سمجھ سکیں کہ جیسے ان پر عذاب آیا اور جیسے وہ ہلاک ہوئے ان مشرکوں پر بھی ویسا ہی عذاب آتا ہے لہٰذا یہ اللہ سے ڈریں اور کفر و شرک سے باز رہیں اور اللہ تعالیٰ کے رسول نبی آخر الزماں صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں، چنانچہ ارشاد ہوا: ہم نے بہت سے شہر اور آبادیوں کو ہلاک برباد کر دیا کہ ان کے رہنے والے بڑے ظالم اور بدکار تھے اور ہم نے ان کی جگہ دوسری نئی قومیں آباد کر دیں، چنانچہ جب ان تباہ ہونیوالی قوم نے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو محسوس کیا اور انبیاء کرام علیہم السلام نے ان کو جو علامات بتائیں، وہ اپنی آنکھوں سے دیکھنے لگے تو وہ اپنی سواریوں پر سوار ہو کر انہیں ایڑیاں مار کر اپنے شہر و دیار و مساکن اور سامان عیش سب کچھ چھوڑ کر بھاگے، تو ان کو عذاب کے فرشتوں نے طنزاً کہا بھاگتے کیوں ہو مت بھاگو تم اپنے مساکن اور باغات و نعمتوں کی طرف واپس لوٹ آؤ جہاں تمہارے فرزند، تمہاری بیویاں، اور محبوب عورتیں ہیں، جہاں تمہاری عیاشی اور رنگ رلیاں منانے کے اڈے ہیں تاکہ تم ان تمام چیزوں کو حسرت کی آنکھوں سے دیکھو اور اس فانی دنیا میں ہلاک ہو جاؤ، تو وہ ایسی حالت میں پکارتے رہے کہ ہائے افسوس ہم تو بڑے ظالم تھے۔ لیکن اب ان کا یہ کہنا اور پکارنا بیکار تھا، آخر وہ یہی پکارتے پکارتے تباہ و برباد ہو گئے۔ اور ہم نے ان کو ایسا نیست و نابود کر دیا جیسے کٹی ہوئی کھیتی یا انہیں بجھا دیا، یعنی ہم نے انہیں ایسا تباہ و برباد کیا کہ گویا وہ تھے ہی نہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یمن میں حضور نام کی ایک بستی تھی وہاں کے رہنے والے عرب تھے ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے قوم حمیر میں ایک نبی مبعوث فرمائے ان کا نام حضرت شعیب

لاٹھی مار کر انہیں شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر بابلی کو مسلط فرما دیا اس نے ان اہل حضور کو قتل کیا، اور گرفتار کیا حتیٰ کہ ان کا کوئی آدمی باقی نہ رہا اور اُن کے اسباب عیش سب کچھ تباہ و برباد ہوگیا، امام طبری رح کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معد رضی اللہ عنہ بھی اسی بستی میں رہتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر کو مسلط کرنا چاہا تو حضرت ارمیاء اور حضرت برخیار علیہما السلام ان کو ساتھ لیکر وہاں سے چلے گئے اور جنگ ختم ہونے کے بعد ان کو مکہ شریف پہنچا دیا،

حضرت شعیب علیہ السلام

شعیب دو انبیاء کا نام ہے ایک حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سُسر تھے، ان کی صاحبزادی حضرت صفورہ رضی اللہ عنہا سے موسیٰ علیہ السلام کا نکاح ہوا، اور ان کو اللہ تعالیٰ نے مدین اور اصحاب ایکہ کی طرف مبعوث فرمایا، ان کا لقب خطیب الانبیاء ہے: امام ابن عساکر اپنی سند کے ساتھ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر کرتے تو ان کو خطیب الانبیاء کہتے تھے۔ ان کے نسب میں علماء کا اختلاف ہے، حضرت عطاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ان کا نسب یوں ہے:

شعیب بن توبہ بن ابراھیم: امام ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ شعیب بن میکیل بن یشجر بن مدین بن ابراھیم، اور بعض کے نزدیک، شعیب ابن یثرون بن نویس بن مدین بن ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے (مظہری ج ۳ صد ۳۸۳)

امام طبری نے ان کا نسب اس طرح بیان کیا ہے:

شعیب بن صیفون بن عنقا بن ثابت بن مدین ابراھیم۔ اور ان کو اللہ تعالیٰ نے حضرت بشر ذوالکفل بن ایوب علیہما السلام کے بعد مبعوث فرمایا اور حضرت شعیب علیہ السلام حضرت لوط علیہ السلام کے نواسہ ہیں،

"تاریخ الامم والملوک" میں ہے:

وان اللہ عزّ وجل بعث بعدہ (بعد بشر بن ایوب ذی الکفل) شعیب بن صیفون بن عنقاء بن ثابت بن مدین بن ابراھیم الی اھل مدین، (الی ان قال) جدۃ شعیب ابنۃ لوط (ج ۱ صـ ۱۶۷)

اور حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی ھاران (کمافی تاریخ الانبیاء صـ ۱۲) یا ھرمن (کمافی المظہری ج ۳ صـ ۳۸) بن تارخ کے بیٹے ہیں۔ یعنی حضرت ابراھیم علیہ السلام کے بھتیجے ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے قوم سدوم کی طرف مبعوث فرمایا، اور وہ سب سے پہلے حضرت ابراھیم علیہ السلام پر ایمان لائے۔ اس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ عنکبوت میں فرمایا ہے:

تاریخ خمیس میں ہے:

وآمن لہ لوط وقیل ھو اول من صدقہ وکان ابن اخیہ ھاران وھو لوط بن ھاران بن تارخ وھاران ھو اخو ابراھیم (ج ۱ صـ ۸۵)

اور بعض نے کہا کہ سب سے پہلے حضرت سارۃ بنت ھاران حضرت ابراھیم علیہ السلام پر ایمان لائیں اور وہ ھاران حضرت ابراہیم کے بھائی نہیں بلکہ وہ حضرت ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا ہیں، اور اہل حضور کی طرف جو نبی مبعوث ہوتے وہ حضرت شعیب صاحب مدین نہیں بلکہ وہ شعیب بن ذی مہدم ہیں اور ان کی قبر یمن کے پہاڑ ضنن کے قریب ہے۔

امام محب الدین ابو الفیض السید محمد بن محمد بن عبد الرزاق المرتضیٰ الحسینی الوسطی الزبیدی الحنفی، لغوی، نحوی، محدث، اصولی، ادیب، ناظم، مؤرخ، علم نسب کے ماہر، ھند کے شہر بلگرام ۱۱۴۵ھ میں پیدا ہوئے، اور ماہِ شعبان، مصر میں ۱۲۰۵ھ کو طاعون کی مرض کی وجہ سے وفات پائی (معجم المؤلفین ج ۱۱ صـ ۲۸۲)

اپنی کتاب "تاج العروس من جواہر القاموس" میں فرماتے ہیں:

ان اھل حضور قتلوا شعیب بن ذی مھدم نبی ارسل الیھم وقبرہ بضنن جبل بالیمن، ولیس ھو شعیبا الاول صاحب مدین وھو ابن صیفی ویقال فیہ ابن صیفون (ج ۳ صـ ۱۴۸)

(اور اسی طرح "الروض الانف" ج ۱ ص۹ پر ہے)

اور یہ حمیر بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان کی قوم سے تھے (روح المعانی)

اور امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح الانصاری الخزرجی الاندلسی القرطبی مفسر، عابد، زاہد متوفی نو شوال پیر کی رات ۶۷۱ھ اپنی کتاب "الجامع لاحکام القرآن" میں لکھتے ہیں:

وكان بعث اليهم نبي اسمه شعيب بن ذي مهدم وقبر شعيب هذا بيمن يقال له ضنن كثير الثلج، وليس بشعيب صاحب مدين؛ لأن قصة حضور قبل مدة عيسى عليه السلام، وبعد مئين من السنين من مدة سليمان عليه السلام وانهم قتلوا نبيهم وقتل اصحاب الرس في ذلك التاريخ نبيا لهم اسمه حنظلة بن صفوان، وكانت حضور بارض الحجاز من ناحية الشام، فاوحى الله تعالى الى ارمياء عليه السلام ان احمل معد بن عدنان على البراق الى ارض العراق كيلا تصيبه النقمة والبلاء معهم؛ فاني مستخرج من صلبه نبيا في آخر الزمان اسمه محمد صلى الله عليه وآله وسلم، فحمل معد وهو ابن اثنتي عشرة سنة فكان مع بني اسرائيل الى ان كبر وتزوج امرأة اسمها معانة (ج ۱۱ ص۲۶۴)

یعنی اہلِ حضور کی طرف ایک نبی مبعوث ہوئے ان کا نام شعیب بن ذی مہدم تھا اور ان کی قبر شریف ضنن پہاڑ (جس پر بہت برف پڑتی ہے جو یمن میں ہے) پر واقع ہے، اور وہ شعیب علیہ السلام صاحبِ مدین نہیں کیونکہ اہلِ حضور کا قصہ عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے قبل اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور کے دو صد برس بعد ہوا اور بلا شبہ انہوں نے اپنے نبی کو شہید کر دیا اور اسی تاریخ میں اصحاب الرس نے اپنے نبی حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام کو شہید کیا اور حضور شام کے کنارے سرزمین حجاز میں ایک بستی تھی، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیاء علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ حضرت معد بن عدنان کو براق

پر سوار کر کے سرزمین عراق لے جاؤ تاکہ اہل حضور کے ساتھ ان کو تکلیف و آزمائش نہ پہنچے پس بے شک ہیں ان کی پشت مبارک سے نبی آخر الزمان جن کا نام محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے ا کو پیدا فرمانے والا ہوں ۔ تو حضرت ارمیاء علیہ السلام حضرت معد کو لیکر عراق چلے گئے اور وہ (معد رضی اللہ عنہ) اس وقت بارہ سال کے تھے ، پس وہ (معد) جوان ہونے تک بنی اسرائیل کے ساتھ رہے اور انہوں نے ایک عورت سے نکاح کیا جس کا نام معانہ تھا۔ امام قرطبی رح کی اس عبارت سے واضح ہے کہ حضرت معد رضی اللہ عنہ اہل حضور کے ساتھ رہتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے بخت نصر بابلی کو ان پر مسلط فرمایا تو اس وقت حضرت ارمیاء علیہ السلام بحکم الٰہی ان کو ساتھ لیکر عراق چلے گئے۔

(روح البیان ج ۶ صہ ۵۹)

حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام

حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام نبی تھے اور وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے تھے اور وہ خالد بن سنان کے ایک سو سال بعد مبعوث ہوئے ۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے اصحاب الرس کی طرف مبعوث فرمایا ، اور اصحاب الرس نے ان کی تکذیب کی اور انہیں شہید کر دیا ، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل فرمایا اور انہیں تباہ و برباد کر دیا۔

اصحاب الرس

تاریخ خمیس میں ہے کہ اصحاب الرس ، ایک قوم تھی جسکو اللہ تعالیٰ نے عنقاء پرندے کے ذریعہ آزمایا ، وہ ایک نہایت خوبصورت پرندہ تھا اسکی گردن بہت ہی لمبی تھی اور اسکے اندر تمام رنگ تھے اور وہ ایک پہاڑ پر رہتا تھا اس پہاڑ کا نام فتخ یا دمخ تھا۔ اسکی گردن لمبی ہونے کی وجہ سے اُسے عنقاء کہتے تھے ۔ اور جب وہ بیٹھتا تو آسمان کی جانب ایک میل تک اونچا ہوتا ، وہ پرندہ اصحاب الرس کی قوم کے بچوں کو اچک لیتا تھا اور

انسانوں کو شکار کرتا تھا، تو اصحاب الرس نے حضرت حنظلہ بن صفوان علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی تو حضرت حنظلہ نے دعا فرمائی ان کی دعا سے وہ پرندہ اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا۔

(تاریخ خمیس ج ۱ صفحہ ۲۰)

اور بعض کے نزدیک یہ شعیب علیہ السلام جو اہل حضور کی طرف مبعوث ہوئے ان کا نام شعیب بن عیفی یا شعیب بن ضیفون ہے۔ چنانچہ امام شہاب الدین ابو عبداللہ یاقوت بن عبداللہ الحموی الرومی البغدادی مورخ، ادیب، شاعر، لغوی، نحوی۔ ان کی پیدائش ۵۷۴ھ روم میں ہوئی اور وفات ۶۲۶ھ ۲۰ رمضان المبارک حلب شہر کے قریب خان کے مقام پر ہوئی، اور اپنی کتاب "معجم البلدان" میں لکھتے ہیں:

وذلك لقتلهم شعيب ابن عيفي ويقال ابن ضيفون (ج ۲ ص ۲۷۲)

اور یہ درست نہیں ہے۔

اور امام اسمٰعیل حقی بن مصطفےٰ ابو الفدا الاستنبولی، الآیدوسی، البروسوی، ان کی ولادت ۱۰۶۳ھ میں ہوئی اور وفات ۱۱۳۷ھ میں ہوئی۔

(معجم المولفین ج ۲ صفحہ ۲۶۶)

"روح البیان" میں لکھتے ہیں کہ بعض نے کہا کہ جو نبی اہل حضور کی طرف مبعوث ہوئے ان کا نام موسیٰ بن میشا ہے۔ (ج ۶ صفحہ ۲۵۹)

اور اسی طرح "روح المعانی" میں ہے:

اور حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقریباً آٹھ صد انتالیس (۸۳۹) سال کا فاصلہ ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لیکر حضرت داؤد علیہ السلام کی ولادت تک ایک صد اناسی برس کا عرصہ ہے اور داؤد علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت تک ایک ہزار ترپن (۱۰۵۳) برس کا عرصہ ہے، چنانچہ امام طبری علیہ الرحمۃ بطریق ہشام بن محمد الکلبی وہ اپنے باپ محمد الکلبی سے وہ ابو صالح سے وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں:

من موسى الى داؤد مائة سنة وتسع وسبعون سنة ومن داؤد الى عيسى الف سنة وثلاث وخمسون سنة (تاريخ الامم والملوك ج ۲ ص ۱۷۱)

اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر ترپن برس (۵۳) تھی۔

تاریخ طبری میں ہے:

وکان جمیع عمر سلیمان بن داؤد فیما ذکر نیفا و خمسین سنۃ (ج ۱ ص ۲۶۲)

اور جب حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات ہوئی اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر تیرہ (۱۳) برس تھی اور چالیس سال وہ بادشاہ رہے۔

تاریخ خمیس میں ہے:

ان سلیمان کان عمرہ ثلاثا و خمسین سنۃ ومدۃ ملکہ اربعون سنۃ (الی ان قال) وملک بعد وفاۃ ابیہ داؤد وھو ابن ثلاث عشرۃ سنۃ (ج ۱ ص ۲۵۳)

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اصل حضور کا واقعہ عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے چھ سو انتالیس (۶۳۹) برس قبل ہوا، اور امام علی بن برہان الحلبی "انسان العیون" میں لکھتے ہیں:

ولما سلط اللہ بخت نصر علی العرب: امر اللہ تعالی ارمیاء ان یحمل معہ معد بن عدنان، علی البراق کیلا تصیبہ النقمۃ وقال فانی ساخرج من، صلبہ نبیا کریما اختم بہ الرسل ففعل ارمیاء، ذلک واحتملہ معہ الی ارض الشام فنشأ مع بنی اسرائیل، ثم عاد بعد ان ھدأت الفتن ای بموت بخت نصر"

اور جب اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کو عرب پر مسلط فرمایا تو ارمیاء علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ معد بن عدنان کو براق پر سوار کر کے اپنے ساتھ لے جائیں تاکہ انہیں تکلیف نہ پہنچے اور فرمایا میں ان کی پشت سے نبی کریم ختم المرسلین کو مبعوث کروں گا تو ارمیاء علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اور انہیں اپنے ساتھ سرزمین شام لے گئے تو حضرت معد بن عدنان رضی اللہ عنہ وہاں بنی اسرائیل کے ہمراہ رہے، پھر بخت نصر بابلی کی موت کے بعد واپس تشریف لائے۔

(انسان العیون فی سیرت الامین والمامون ج ۱ ص ۱۸، ۱۸)

ان دونوں روایات (امام قرطبی اور امام حلبی کی روایات) میں اختلاف ہے، امام قرطبی کی روایت میں عراق جانے کا اور حلبی کی روایت میں شام جانے کا ذکر ہے۔

اور بعض روایات میں یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت شعیاء بن امضیاء علیہ السلام کو شہید کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر کو مسلط فرمادیا، اور حضرت شعیاء بن امضیاء علیہ السلام، حضرت زکریا، یحییٰ، عیسیٰ علیہم السلام سے پہلے تھے، اور حضرت شعیاء علیہ السلام بنی اسرائیل کو حضرت عیسیٰ و نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی خوشخبری سناتے تھے اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کا حکم فرمایا کرتے تھے اور حضرت شعیاء علیہ السلام صدقیا (بادشاہ بنی اسرائیل) کے دور میں تھے ان کے شہید ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیاء بن حلقیا علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔

(مظہری ج ۵ ص ۲۰۵ تا ص ۲۱۰) (واحکام القرآن للقرطبی ج ۱۰ ص ۲۱۵)
(وتاریخ طبری ج ۱ ص ۲۷۸)

اور بعض روایات میں مذکور ہے کہ جب بنی اسرائیل نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کو شہید کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر کو مسلط فرمادیا، اور یہ بالکل غلط ہے، چنانچہ تاریخ الخمیس، تفسیر مظہری، احکام القرآن للقرطبی میں ہے:

من روی ان بخت نصر غزا بنی اسرائیل عند قتلهم یحیی بن زکریا غلط عند اهل السیر والاخبار بل هم مجمعون علی ان بخت نصر غزا بنی اسرائیل عند قتلهم شعیاء فی عهد ارمیاء (ج ۱ ص ۱۲۳)

(قرطبی ج ۱۰ ص ۲۱۷ ومظہری ج ۵ ص ۲۱۰)

حضرت ارمیا وبرخیا علیہما السلام

حضرت ارمیاء علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ امام ابن کثیر علیہ الرحمۃ "البدایہ والنہایۃ" میں لکھتے ہیں:

"ارمیاء بن حلقیا من سبط لاوی بن یعقوب علیہ السلام"۔
اور حضرت خضر علیہ السلام کا نام بھی ارمیاء ہے، اسیلیے بعض نے کہا کہ یہی خضر ہیں اور یہ صحیح نہیں، امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

وقد قیل انہ الخضر: رواہ الضحاک عن ابن عباس رضی اللہ عنہما وھو غریب لیس بصحیح (البدایۃ والنہایۃ ج ۲ ص۳۳)

اور برخیا دو شخصوں کا نام ہے، ایک حضرت برخیا حضرت زکریا علیہ السلام کے والد ہیں۔ چنانچہ بعض علماء نے حضرت زکریا علیہ السلام کا نسب اس طرح ذکر کیا ہے،

"زکریا بن برخیا اور بعض نے زکریا بن دان اور بعض نے زکریا بن لدن بن مُسلم بن صدوق بن حشبان بن داؤد بن سلیمان بن مُسلم بن صُدَیقہ بن برخیا (یہ دوسرے ہیں) بن بلعاطہ بن ناحور بن شلوم بن بہفاشاط بن ایامن بن رحبعام بن سلیمان بن داؤد" (البدایۃ والنہایۃ ج ۲ ص۴۲)

اور حضرت ارمیاء بن حلقیا علیہ السلام اور حضرت برخیا علیہ السلام ایک ہی زمانہ میں تھے، اور یہ معلوم نہیں کہ وہ حضرت برخیا جو ارمیاء کے دور میں تھے وہ کون سے ہیں۔ امام ابو جعفر طبری ارشاد فرماتے ہیں، کہ

ان اللہ تعالیٰ اوحی الی ارمیاء و برخیا ان اللہ قد انذر قومکما فلم ینتھوا الی ان قال: وقد سلطت بخت نصر علیھم لانتقم منھم فعلیکما بمعد بن عدنان الذی من ولدہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الذی اخرجہ فی آخر الزمان اختم بہ النبوۃ وارفع بہ من الضعۃ فخرجا

اللہ تعالیٰ نے ارمیاء و برخیا علیہما السلام کو وحی فرمائی کہ میں نے تمہاری قوم کو (عذاب جہنم سے) ڈرایا تو وہ باز نہیں آتے، اور بلاشبہ میں نے ان سے انتقام لینے کے لئے ان پر بخت نصر کو مسلط کر دیا ہے پس تمہیں لازم ہے کہ معد بن عدنان جنکی اولاد سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے جنکو آخر زمانہ میں مبعوث کروں گا اور ان پر نبوت ختم کروں گا، اور انکی وجہ سے خوف زدہ لوگوں کے خوف کو

تطوی لهما الارض حتی سبقا
بخت نصر فلقیا عدنان
قد تلقاهما، فطویاه الی
معد ولمعد یومئذ اثنتا
عشر سنة فحمله برخیا
علی البراق وردف خلفه
فانتهیا الی حران من ساعتهما
وطویت الارض لأرمیاء
فاصبح بحران (الی ان قال) فلما
مات بخت نصر خرج معد بن
عدنان معه الانبیاء، انبیاء
بنی اسرائیل صلوات الله علیهم
حتی اتی مکة فاقام اعلامها
فحج وحج معه الانبیاء ثم خرج
معد حتی اتی ریسوب فاستخرج
اهلها وسأل عمن بقی من
ولد الحارث بن مضاض الجرهمی
(الی ان قال) فقیل له بقی جرشم
بن جلهمة فتزوج معد ابنته
معانة فولدت له نزار بن
معد"۔

از (تاریخ الامم والملوک ج ۱ صد ۲۹۲، صد ۲۹۳)

دور کر دو گا (لہٰذا تم معد بن عدنان کو وہاں
سے لے جاؤ) پس وہ دونوں (ارمیاء
و برخیا علیہم السلام) نکلے ان کے لئے
زمین سمٹ گئی حتیٰ کہ وہ بخت نصر سے
پہلے پہنچ کر عدنان رضی اللہ عنہ کو لے
اور معد کے پاس لے گئے اور اس
وقت ان کی (معد کی) عمر بارہ برس تھی
تو حضرت برخیاء علیہ السلام نے انہیں گھوڑے
پر بٹھایا اور خود ان کے پیچھے بیٹھے اور شہر
حران میں آپہنچے اور حضرت ارمیا علیہ السلام
کے لیے زمین سمٹ گئی تو انہوں نے حران
میں صبح کی پس جب بخت نصر فوت ہوا تو
حضرت معد بن عدنان انبیاء بنی اسرائیل
کے ہمراہ مکہ تشریف لائے اور
فریضہ حج ادا کیا اور ان انبیاء کرام علیہم السلام
نے بھی ان کے ساتھ حج کیا پھر حضرت
معد بن عدنان ریسوب میں تشریف لائے
اور اہل ریسوب سے حارث بن مضاض
جرہمی کی بقیہ اولاد کے متعلق پوچھا تو آپکو
بتایا گیا کہ ان کی اولاد سے جرشم بن جلہمہ
باقی بچے ہیں پھر حضرت معد بن عدنان رضی اللہ
عنہ نے جرشم کی بیٹی معانہ سے نکاح کیا تو ان
کے بطن سے نزار بن معد پیدا ہوئے"۔

حران اور ریسوب یہ دو شہروں کے نام ہیں، ان کی تفصیل ہم ذکر کرتے ہیں:

حُرّان

یہ موصل، شام، روم کے راستہ پر واقع جزیرہ اقور کا ایک بہت

بڑا شہر ہے، اس کا اصل نام ھاران ہے کیونکہ حضرت ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائی ہاران نے اسے بنایا تھا پھر انہیں کے نام سے مشہور ہو گیا بعد میں ہاران سے حرّان مشہور ہو گیا، طوفانِ نوح علیہ السلام کے بعد زمین پر سب سے پہلا شہر یہی ہے، اور یہ شہر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت عیاض بن غنم کے ہاتھوں فتح ہوا۔ اس شہر سے علماء کی ایک جماعت پیدا ہوئی۔

(معجم البلدان ج ۲ ص ۲۳۵، ص ۲۳۶)

ریسوب

غالباً اس کا اصل نام، راسب ہے، اور یہ مکہ شریف اور طائف کے درمیان ایک بستی ہے جس میں بنی خثعم رہتے تھے:

(از معجم البلدان ج ۳ ص ۱۳)

حضرت معد بن عدنان موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے

حضرت معد بن عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق اہل سیرت کا ایک قول یہ ہے کہ حضرت معد بن عدنان حضرت موسیٰ بن عمران کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں تھے، اور یہی قول زیادہ صحیح ہے، کیونکہ احادیث مبارکہ سے اسکی تائید ہوتی ہے، اور امام ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح صحیح البخاری میں اسی قول کو اصح وارجح قرار دیا ہے، امام زبیدی "تاج العروس" میں لکھتے ہیں:

وکان معد بن عدنان فی زمن سیدنا موسیٰ علیہ السلام کما یعرفہ من مارھن علم التاریخ والانساب"۔

(ج ۱ ص ۳۷)

امام حلبیؒ "سیرت حلبیہ" میں لکھتے ہیں:

وقیل فی زمن موسیٰ

ایک قول یہ ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے

عليه السلام قال الحافظ ابن حجر وهو اولى (ج ۱ ص ۱)

زمانہ میں تھے، امام حافظ ابن حجر نے فرمایا، یہی اولیٰ ہے۔

اور امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی، الطبرانی الحافظ الکبیر، مسند العصر، ثقہ، صدوق، واسع الحفظ، بصیر بالعلل والرجال والابواب، کثیر التصانیف، ان کی ولادت ۲۶۰ھ میں طبران شہر او صفر میں ہوئی، اور وفات ۲۸ ذی القعدہ شہر اصبہان بروز ہفتہ ۳۶۰ھ میں ہوئی۔ ان کی عمر ایک سو سال تھی۔

(معجم المولفین ج ۴ ص ۲۵۳، البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۲۷۰، مرآۃ الجنان ج ۲ ص ۳۷۲)

اپنی کتاب "المعجم الکبیر" میں بطریق احمد بن الحسن المصری الایلی، وہ عاصم سے وہ جبر بن فرقد سے وہ نہاس بن قہم القیسی سے وہ شداد سے وہ ابوعمار سے وہ حضرت ابوامامہ الباہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

لمّا بلغ ولد معد بن عدنان خمسون رجلاً وقعوا على عسكر موسى عليه السلام وانتهبوه، فدعا عليهم موسى بن عمران صلى الله عليه وسلم فقال يا ربّ هؤلاء ولد معدّ اغاروا على عسكري، فاوحى الله اليه، يا موسى بن عمران لا تدع عليهم فانّ منهم النبيّ الامّي النّذير البشير بجنّتي ومنهم امّة مرحومة امّة محمد الّذين يرضون من الله باليسير من الرزق، ويرضى الله منهم بالقليل من العمل، ويدخلهم الله الجنة بقول لا اله الا الله، لان نبيهم

جب معد بن عدنان کی اولاد پچاس آدمیوں تک پہنچ گئے تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے لشکر کے خلاف جنگ کی اور انہیں شکست دے دی تو حضرت موسیٰ بن عمران علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں بد دعا دی اور بحضور رب کائنات کائنات عرض کی اے پروردگار یہ معد کی اولاد ہیں انہوں نے میرے لشکر کو غارت کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ اے موسیٰ بن عمران ان کو بد دعا نہ دو پس بلاشبہ ان میں سے نبی اُمّی، عذاب جہنم سے ڈرانے والے اور میری جنت کی خوشخبری سنانے والے ہونگے اور ان میں سے اُمّتِ مرحومہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہے، ایسی امت جو اللہ کی طرف سے تھوڑے سے رزق

محمد بن عبد الله بن عبد المطلب
المتواضع فى هيئته المجتمع
له اللب فى سكوته ينطق
بالحكمة ويستعمل الحكم
(او الحلم) اخرجته من خير
جيل من امته قريشا ثم اخرجته
من هاشم صفوة قريش فهو خير
من خير الى خير يصير (هو) وامته
الى خير يصيرون،
(المعجم الكبير ج ٨ ص١٦٥ و ص١٦٦)
(مجمع الزوائد و منبع الفوائد ج ٨ ص٢١٥)
(الاتحافات السنية فى الاحاديث القدسية
ص٢٦٠)
(كنز العمال فى سنن الاقوال
والافعال ج ١١ ص٤٢٨)

پر راضی ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے تھوڑے
سے عمل پر راضی ہوگا ۔ تو اللہ تعالیٰ انہیں
محض لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، کلمہ توحید
(صدق دل سے) پڑھنے کی وجہ سے
جنت میں داخل فرمائے گا کیونکہ ان کے
نبی محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب صلی اللہ علیہ وسلم
ہوں گے جو اپنی حیثیت میں نہایت متواضع
اور ان کا سکوت ان کے فہیم ہونے
کی دلیل ہوگا۔ وہ وحی الٰہی سے بولیں گے
اور وہ حکمتیں بیان فرمائیں گے، میں اس نبی
کو بہتر قوم سے پیدا کروں گا اسکی امت
میں سے جو قریش ہیں ان سے پیدا کرونگا
پھر میں اُسے قریش میں پسندیدہ لوگ
بنی ہاشم سے پیدا کروں گا پس وہ بہتر ہیں
بہتر لوگوں سے پیدا ہوں گے، بہتر امت
کی طرف مبعوث ہوں گے، وہ اور ان کی
امت بہتری کی طرف پہنچیں گے (یعنی ان کا انجام بہتری ہی ہوگا)۔

اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ حضرت معد بن عدنان رضی اللہ عنہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں تھے۔ لہٰذا اس سے اس قول کی تائید ہوگئی جسکو امام عسقلانی نے اولیٰ قرار دیا۔

سندِ حدیث

اس حدیث کی سند میں جسر بن فرقد القصاب ابو جعفر البصری ایک راوی ہے، اور وہ ضعیف ہے، امام نور الدین شیخ امام ابن حجر عسقلانی نے "مجمع الزوائد" میں لکھا ہے، فیہ جسر بن فرقد وهو ضعيف، (ج ٨ ص٢١٥)
اور اسی طرح امام ابن حجر عسقلانی متوفی ٨٥٢ھ نے لسان المیزان ج ٢ ص١٠٤) میں لکھا

ہے، مجمع الزوائد میں حسن بن فرقد لکھا ہے اور وہ غلط ہے۔ صحیح حسر بن فرقد ہے کیونکہ اس حدیث کی سند میں حسن بن فرقد کوئی راوی نہیں۔ لیکن اسکے باوجود کہ یہ حدیث اپنی مذکورہ سند کے لحاظ سے ضعیف ہے۔ تاہم یہ حدیث قابلِ حجت ہے بلکہ یہ حدیث حسن ہے،

حدیث ضعیف دوسری سند کی وجہ سے حسن ہو جاتی ہے

کیونکہ یہ امر مُسلّم ہے کہ اگر راوی جو صدوق (سچا) ہو اور امین ہو (دیانتدار) ہو، اور اس کا حافظہ کمزور ہو تو اسکی حدیث ضعیف ہوتی ہے لیکن اگر اس حدیث کی کوئی اور سند مل جائے تو وہ حدیث حسن ہو جاتی ہے اور حدیث حسن لائقِ حجت ہے چنانچہ امام ابوزکریا شیخ الاسلام محیی الدین یحییٰ بن شرف بن الحزامی۔ النووی، حوران کے شہر نوی میں ماہِ محرم ۶۳۱ھ کو پیدا ہوئے، اور بدھ کی رات ماہِ رجب کی چودہ تاریخ ۶۷۶ھ کو نوی شہر میں وفات پائی۔"

(مقدمۃ التدریب ص۲۹ و ص۱۳)

اپنی کتاب "التقریب" میں ارشاد فرماتے ہیں:

ماکان ضعفہ لضعف حفظ راویہ الصدوق الامین زال بمجیئہ من وجہ آخر وصار حسنا،

یعنی جو حدیث صدوق امین راوی کے حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے ضعیف قرار پائی ہو، اس کا ضعف دوسری سند کے آنے کی وجہ سے زائل ہو جائیگا اور وہ حدیث حسن ہو جائے گی۔

اور امام جلال الدین سیوطی نے اسکی شرح "التدریب" میں اسکی مثال ذکر فرمائی کہ امام ترمذی نے ایک حدیث بطریق شعبہ عاصم بن عبید اللہ سے وہ عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ سے وہ اپنے باپ عامر سے بنی فزارہ کی ایک عورت والی حدیث روایت فرمائی، اور اس حدیث کی سند میں عاصم بن عبید اللہ سوءِ حفظ کی وجہ سے ضعیف ہے، اسکے باوجود امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا، کیونکہ اس حدیث کی اور سند بھی

موجود ہے، اس دوسری سند کے پائے جانے کی وجہ سے اس حدیث کا ضعف ختم ہوگیا۔ (تدریب الراوی ج ۱ صد ۱۷۶)

اور امام طبرانی کی حدیث بھی اسی لئے ضعیف قرار پائی کہ اسکی سند میں جبرن فرقد راوی ضعیف ہے، اور جبرن فرقد، صدوق، صالح، امین تھے اور ان کا حافظہ کمزور تھا، چنانچہ امام ابن حجر عسقلانی لسان المیزان میں لکھتے ہیں کہ بعض ائمہ جرح نے ان کو صدوق کہا، اور امام ابو حاتم الرازی نے فرمایا:

كان رجلا صالحا وليس بالقوي — کہ وہ نیک اور دیانتدار آدمی تھے اور وہ قوی نہیں تھے۔

(ج ۲ صد ۱۰۴)

اور اس حدیث کی دو اور سندیں بھی ہیں، ان سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے اسلئے امام طبرانی کی حدیثِ مذکور کا ضعف بھی ختم ہوجائے گا اور یہ حدیث حسن قرار پائے گی"۔

اب ہم ان احادیث کو ذکر کرتے ہیں جن سے امام طبرانی کی مروی حدیث مذکور کی تائید ہوتی ہے

آباءِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کے خلاف موسیٰ علیہ السلام کی دُعا قبول نہ ہوئی!

حدیث نمبر: ۱

حدیث شریف میں ہے کہ بنی معد بن عدنان رضی اللہ عنہ نے بنی اسرائیل کے ساتھ جنگ کی اور انہیں شکست دی تو حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی معد کیخلاف دُعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دُعا قبول نہ فرمائی۔

تاریخ خمیس میں امام دیار بکری فرماتے ہیں:

ذكر الزبير باسناده الى مكحول قال اغار الضحاك ابن معد على بني اسرائيل في اربعين رجلا من بني معد عليهم دراريع الصوف خاطمي خيلهم بحبال الليف فقتلوا وسبوا وظفروا

کہ حضرت زبیر بن بکار رضی اللہ عنہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت مکحول رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ضحاک بن معد نے بنی معد کے چالیس آدمیوں کے ہمراہ بنی اسرائیل کے ساتھ مقاتلہ کیا انہوں نے صوف کی زرہ پہنے ہوئے، صوف کی رسیوں سے اپنے گھوڑوں کو نکیلیں دیئے ہوئے،

فقالت بنو اسرائیل یا موسیٰ
ان بنی معد اغاروا علینا
وھم قلیل، فکیف لو کانوا
کثیرا واغاروا علینا وانت
بیننا فادع اللہ علیھم فتوضأ
وصلی وکان اذا اراد حاجۃ
من اللہ صلی ثم قال یارب
ان بنی معد اغاروا علی
بنی اسرائیل فقتلوا وسبوا
وظفروا فسألونی ان ادعوک
علیھم فقال اللہ تعالی لا
تدع علیھم فانھم عبادی
وانھم ینتھون عند اول
امری وان فیھم نبیا احبہ
واحب امتہ قال یارب،
ما بلغ محبتک لہ قال
اغفرلہ ما تقدم من ذنبہ
وما تأخر قال یارب
ما بلغ محبتک لامتہ قال
یستغفرنی مستغفرھم، فاغفرلہ
ویدعونی داعیھم فاستجیب
لہ قال یارب
فاجعلھم من امتی قال
نبیھم منھم قال یارب،
فاجعلنی منھم قال تقدمت
وتأخروا،

(ج ۱ ص ۱۲۰)

تو انہوں نے، ان کو بنی اسرائیل کو قتل
کیا اور ان کی بے عزتی کی اور فتح یاب ہو
گئے تو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کی
خدمت میں عرض کی، اے موسیٰ علیہ السلام
بنی معد نے ہمیں غارت کر دیا حالانکہ وہ
تھوڑے ہیں، تو اگر وہ زیادہ ہوں اور
ہم سے قتال کریں تو ہمارا کیا حال ہوگا اور
آپ ہم میں جلوہ گر ہیں تو آپ ان کے
خلاف اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں (کہ اللہ تعالیٰ
ان کو تباہ کر دے) پس موسیٰ علیہ السلام
نے وضو فرمایا اور نماز ادا کی اور موسیٰ
علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت
طلب کرنے کا ارادہ فرماتے تو پہلے
نماز پڑھتے تھے، پھر موسیٰ علیہ السلام نے
عرض کی اے پروردگار بلاشبہ بنی معد
نے بنی اسرائیل کو غارت کر دیا پس انہیں
قتل کیا اور ان کی بے حرمتی کی اور کامران
ہو گئے، تو بنی اسرائیل نے مجھ سے عرض
کی ہے کہ میں ان کے خلاف تجھ سے دعا
کروں (کہ وہ تباہ ہو جائیں) تو اللہ تعالیٰ
نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا، ان کے خلاف
دعا نہ کرو بلاشبہ وہ میرے محبوب بندے
ہیں، پس وہ میرے پہلے امر میں انتہا،
مقام تک پہنچے ہیں، اور بے شک ان
میں ایسے نبی ہیں کہ میں اس نبی اور اس کی
امت سے محبت رکھتا ہوں: موسیٰ علیہ السلام
نے عرض کی، اے پروردگار اس نبی

... سے تیری محبت کس درجہ تک ہے، "اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے اس نبی سے اتنی محبت ہے کہ میں اسکے سبب سے اس کے اگلوں اور اسکے پچھلوں کے تمام گناہ بخش دیتا ہوں اور بخشش دوں گا، موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی، اے پروردگار اس نبی کی امّت سے تجھے کتنی محبت ہے، "اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس اُمّت کا کوئی فرد مجھ سے اپنے گناہوں کی بخشش چاہے گا تو میں اسے بخش دوں گا، اور مجھ سے دُعا کرے گا تو میں اسکی دُعا کو قبول فرماؤں گا، تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی، اے پروردگار تو انہیں میری امّت سے کر دے، "اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ان کے نبی انہیں میں سے ہیں۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے اللہ پھر تو مجھے اس اُمّت سے کر دے، "اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے موسیٰ تو اُن سے پہلے ہے اور وہ تیرے بعد ہوں گے۔"

حضرت مکحول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعارف

حضرت مکحول کا نام مکحول بن شہراب (یا سہراب) بن شاذل الہذلی (معجم المؤلفین ج ۱۲ ص ۳۱۹)

کنیت: ابو عبداللہ (یا ابو ایوب یا ابو مسلم) عظیم محدث۔ فقیہ اور اپنے وقت کے امام تھے، امام ابو حاتم الرازی فرماتے ہیں:

"ما اعلم بالشام افقہ من مکحول" — کہ مجھے معلوم نہیں کہ شام میں مکحول سے زیادہ فقیہ کوئی ہو،

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۰۸)

اور امام ابو مسہر حضرت سعید بن عبدالعزیز سے راوی کہ سلیمان بن موسیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اذا جاء بالعلم من الشام عن مکحول قبلناہ" — جب حضرت مکحول سے مروی، شام سے کوئی علم کی بات آئے تو ہم اسے قبول کر لیتے ہیں

یعنی کسی علمی بات کے قبول ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ اسکے کہنے والے اور اسے روایت کرنے والے حضرت مکحول ہوں، اور حضرت مروان بن محمد نے سعید سے روایت کی کہ حضرت سعید فرماتے تھے،

"لم یکن فی زمان مکحول — کہ حضرت مکحول کے زمانہ میں ان سے

البصرهنه بالفتيا ، زیادہ فتویٰ میں بصیرت رکھنے والا کوئی نہ تھا،

یعنی سب سے زیادہ فتویٰ میں بصیرت رکھنے والے اور سب سے بڑے فقیہ حضرت مکحول رضی اللہ عنہ تھے، اور حضرت عثمان بن عطار رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے،

کان مکحول اعجمیاً و کلما قال بالشام قبل منہ " حضرت مکحول عجمی تھے اور انہوں نے شام میں جو کچھ فرمایا وہ مقبول ہے۔

اور امام ابن عمار کا ارشاد ہے :

"کان مکحول امام اهل الشام" حضرت مکحول شامیوں کے امام تھے ،

حضرت مکحول رضی اللہ عنہ کی پیدائش کابل میں ہوئی ، اور آپ جلیل القدر تابعی ہیں ، آپ نے حضرت ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ و حضرت انس ، واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہما کی زیارت کی اور اُن سے اور دیگر کئی صحابہ کرام سے احادیث روایت فرمائیں ، آپ کی وفات ۱۱۸ھ میں ہوئی ، اور بقول بعض ۱۱۳ھ میں ہوئی۔

(تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۲۹۱)

حدیث نمبر ۲ :-

امام حسین بن محمد البکری ارشاد فرماتے ہیں کہ

قال الزهري وحدثني علي بن المغيرة ، قال لما بلغ بنو معد عشرين رجلاً اغاروا على عسكر موسى عليه السلام فدعا عليهم فلم يجب فيهم ثلاث مرات ، فقال يارب دعوتك على قوم فلم تجبني فيهم بشئ ، فقال ياموسى دعوتني على قوم منهم خيرتي في آخر الزمان۔

(تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۱۳۵)

امام زہری نے فرمایا : مجھے حدیث بیان کی حضرت علی بن مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ جب بنو معد بیس شخص ہو گئے تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے لشکر کو غارت کر دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کے خلاف تین بار دُعا کی اور ان کی دُعاء قبول نہ ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی، اے پروردگار میں نے ایک قوم کے خلاف تجھ سے دُعا کی اور تو نے بالکل میری دُعا قبول نہ فرمائی ، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ ، تو نے ایسی قوم کے خلاف مجھ سے دُعا کی جن میں سے میرے نزدیک سب سے بہتر نبی آخر الزماں ہوں گے "

یہ حدیث پچھلی حدیث کے معارض نہیں، کیونکہ عدد اقل اکثر کے منافی نہیں ہوتا۔ اس حدیث سے امام طبرانی کی مروی حدیث کی تائید ہوتی ہے، ان دو حدیثوں سے تائید ہونے کی وجہ سے حضرت ابوامامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن قرار پائی۔

امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ کا تعارف

امام الائمۃ الاعلام عالم الحجاز والشام ابوبکر محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن الحارث بن زہرۃ بن کلاب بن مرۃ القرشی الزہری الحافظ المدنی، یہ حضرت عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن جعفر رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے شاگرد، اور حضرت عطاء بن ابی رباح، ابوالزبیر مکی، عمر بن عبدالعزیز، عمرو بن دینار رضی اللہ عنہم کے استاذ ہیں، امام نسائی رح ارشاد فرماتے ہیں کہ

احسن اسانید تروی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعۃ الزہری عن علی بن الحسین الخ	تمام اسانید میں سب سے احسن سند جس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی جائے وہ امام زہری کی سند حضرت علی بن الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے۔"

اور حضرت لیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے:

"کہ حضرت جعفر بن ربیعہ نے عراک بن مالک سے کہا، اہل مدینہ میں سے سب سے زیادہ فقیہ کون ہے، انہوں نے کہا، حضرت سعید بن المسیب، عروہ، عبداللہ بن عبداللہ، اور امام زہری۔

پھر فرمایا:

واعلمہم عندی جمیعا ابن شہاب الزہری۔	میرے نزدیک ان سب میں سب سے زیادہ عالم ابن شہاب زہری ہیں۔

اور حضرت عمر بن عبدالعزیز، اور حضرت مکحول رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

ما بقی علی ظہرھا اعلم	سُنتِ ماضیہ کا زہری سے زیادہ علم

بسنة ماضية من الزهري۔ — روئے زمین پر کوئی باقی نہیں۔

اور حضرت لیث کا ارشاد ہے کہ میں نے ان سے بڑا عالم کوئی نہیں دیکھا:

"ما رأیت اکثر علماء منه لو سمعته یحدث فی الترغیب لقلت لا یحسن الا هذا وان حدث عن الانساب لقلت لا یعرف الا هذا وان حدث عن القرآن والسنة کان حدیثه نوعا جامعا"

"کہ میں نے ان سے بڑا عالم کوئی نہیں دیکھا ان سے اگر میں ترغیب کے متعلق کوئی حدیث سنوں تو میں کہتا ہوں کہ ان سے زیادہ احسن حدیث کوئی بیان نہیں کرتا اور اگر انساب کے متعلق کوئی حدیث بیان کریں تو میں کہتا ہوں کہ ان کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور اگر وہ قرآن و سنت کی کوئی بات بتائیں تو ان کی حدیث نوع جامع کی حیثیت رکھتی ہے۔"

امام مالک کا فرمان ہے، امام زہری بہت سخاوت کرتے تھے،

"وماله فی الدنیا نظیر" — "دنیا میں (علم کے لحاظ سے) انکی کوئی نظیر نہیں"

امام زہری کی ولادت سنہ ۵۰ھ میں ہوئی، اور ماہ رمضان سنہ ۱۲۴ھ میں وفات پائی۔

(تہذیب التہذیب ج ۹ صـ ۴۴۹، ۴۵۰ و تذکرۃ الحفاظ ج ۱ صـ ۱۱۱ و صـ ۱۱۲)

ثابت ہوا کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث جسکو امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا وہ حدیث حسن ہے، اور یہ بات مسلم ہے کہ حدیث حسن لائق حجت ہونے میں حدیث صحیح کا درجہ رکھتی ہے، امام نووی فرماتے ہیں،

"ثم الحسن کالصحیح فی الاحتجاج به وان کان دونه فی القوة، ولهذا ادرجته طائفة فی نوع الصحیح"

(التقریب ۱/۲ صـ ۱۶۰)

حدیث حسن لائق حجت ہونے میں صحیح حدیث کی طرح ہے اگرچہ وہ قوت میں حدیث صحیح سے کم درجہ ہے، اسی لئے محدثین کے ایک گروہ نے حدیث حسن کو حدیث صحیح میں درج کیا ہے

یعنی اگرچہ حدیث حسن قوت میں حدیث صحیح سے کم درجہ ہے تاہم وہ حدیث اسی طرح قابل حجت ہے جیسے حدیثِ صحیح حجت ہے۔

لہذا حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت معد بن عدنان رضی اللہ عنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے، اور یہی قول صحیح اور اولی اور انسح ہے، اُسکے معارض جو اقوال ہیں کہ معد بن عدنان حضرت ارمیار یا حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے، وہ اسلئے معتبر نہیں کہ وہ سب اسرائیلیات ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسی کوئی حدیث مروی نہیں، اسی لئے امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالےٰ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

وعلی ھذا فیکون معد بن عدنان کما قال بعضھم فی عھدِ موسیٰ علیہ السّلام لا فی عھد عیسیٰ علیہ السّلام وھذا اولیٰ۔ (فتح الباری ج ۶ ص ۲)

اور امام دیار بکری کی عبارت سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے، چنانچہ تاریخ الخمیس میں لکھتے ہیں:

واما معد بن عدنان ففیہ نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وما تعرف ملتہ، وانما سمّی معدًا لانہ کان صاحبِ حروب وغارات علی بنی اسرائیل، ولم یحارب احدًا الا رجع بالنصر والظفر (ج ۱ ص ۱۲۱)

کہ معد بن عدنان میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا نور تھا، اور ان کا دین معروف نہیں، اور ان کا نام اسی لئے معد رکھا گیا کہ وہ بنی اسرائیل کے خلاف بہت جنگ وغارات کیا کرتے تھے اور جب ہی وہ کسی سے جنگ کرتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور مبارک کے سبب سے کامیاب و کامران لوٹتے تھے۔

علامہ زینی دحلان نے اسقدر اضافہ فرمایا:

"بسبب نور النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم" (السیرۃ النبویہ والاثار المحمدیہ ج ۱ ص ۱۱)

اور اسی طرح سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۱۶ میں ہے۔

ایک غلطی کا ازالہ

تاریخ خمیس کی عبارتِ مذکورہ میں ہے کہ حضرت معد رضی اللہ عنہ کا دین معروف نہیں، یعنی یہ معلوم نہیں کہ ان کا دین کیا تھا، اور ان کے والد حضرت عدنان کے متعلق بھی (ص ۱۲۶ ج ۱) پر ہے:

ولم تعلم ملتہ : حضرت عدنان کا دین معلوم نہیں،

اس سے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ معلوم نہیں کہ وہ (معد و عدنان) مؤمن تھے؟ یا دوسرے، یہ بات غلط ہے کہ حضرت معد و حضرت عدنان رضی اللہ عنہما کا دین معلوم نہیں ہے، کیونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

کان عدنان ومعد وربیعة	کہ عدنان و معد، مضر، ربیعہ، خزیمہ
ومضر وخزیمة واسلد علی	اور ان کی اصلہ (ان کے تمام آباء) دین
ملت ابراهیم علیہ السلام	ابراہیم علیہ السلام پہ تھے، تو انہیں
فلا تذکروهم الا بخیر"	بھلائی کے ساتھ ہی یاد کیا کرو،

(اخرجه ابن حبیب فی تاریخه عن ابن عباس رضی اللہ عنہ)

(مسالک الحنفاء ص۳۷)

اس حدیث میں آقائے دو جہاں سرورِ کون و مکاں احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عدنان اور حضرت معد رضی اللہ عنہما اور ان کے تمام آباء کرام کے مؤمن ہونے کی وضاحت فرما دی، لہٰذا اس کے بعد ان کے ایمان میں اور ان کے دینِ اسلام پر ہونے میں شک کرنا، درست نہیں، امام دیار بکری کے علم میں ممکن ہے یہ حدیث نہ آئی ہو، اس لئے وہ اس سے بری ہیں،

حضرت معد رضی اللہ عنہ کے والد کا اسمِ گرامی حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے

عَدْنان بروزن فَعْلان، عَدْن سے ماخوذ ہے، اس کا معنیٰ ہے قائم کرنا،

امام سُہیلی رحمۃ اللہ تعالیٰ "الروض الانف" میں لکھتے ہیں:

واما عدنان ففعلان من عدن اذا قام (ج ۱ ص۸)

اور علامہ زینی دحلان "السیرة النبویة والآثار المحمدیة" میں لکھتے ہیں:

انما سمی عدنان من العدن وهو الاقامة (ج ۱ ص۱۱)

حضرت معد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام عدنان اس لئے رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو ان کی حفاظت پر مامور فرمایا، اور ہمیشہ کے لئے فرشتوں کو ان کے ساتھ قائم کر دیا،

چنانچہ "السیرت النبویہ" اور تاریخ خمیس میں ہے۔

لان اللہ تعالیٰ اقام ملائکۃ لحفظہ وسبب ذلک ان اعین الجن والانس کانت الیہ وارادوا قتلہ، وقالوا لئن ترکنا ھذا الغلام حتی یدرک مدارک الرجال لیخرجن من ظھرہ من یسود الناس فوکل اللہ بہ من یحفظہ، وفیہ نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔
(سیرت نبویہ ج ۱ صفحہ ۲۹، تاریخ خمیس ج ۱ صفحہ ۱۴۶)

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کو ان کی حفاظت کے لئے قائم فرما دیا۔ اور اس کا سبب یہ ہوا کہ جن و انس کی نظریں آپ پر لگی ہوئی تھیں اور آپ کو شہید کرنا چاہتے تھے، اور ان کے متعلق کہتے کہ اگر اس بچے کو ہم نے چھوڑ دیا یہاں تک یہ جوان ہو جائے (اسکی جوانی تک اسے چھوڑ دیا) تو اسکی پشت سے وہ ہستی پیدا ہو گی، جو ہستی تمام لوگوں کی سردار ہوگی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کے لئے فرشتوں کو مقرر فرما دیا،

اور حضرت عدنان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک جلوہ گر تھا۔
حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باپ کی طرف سے دو بھائی تھے،
ایک کا نام، نبت اور دوسرے کا نام عمرو ہے۔
چنانچہ امام طبری لکھتے ہیں:

"ولعدنان اخوان لابیہ یدعی احدھما نبتًا والآخر منھما عمرًوا"۔
(تاریخ الامم والملوک ج ۲ صفحہ ۱۹۱)

اور آپ کی والدہ کا نام: بلھا بنت ماعز بن قحطان، ہے۔ امام ابن حبان، (السیرت النبویۃ) میں لکھتے ہیں:

وام عدنان بن ادد بلھا بنت ماعز بن قحطان (صفحہ ۲۹)

حضرت عدنان رضی اللہ عنہ تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلہ پر تمام اہل سیرت اور مؤرخین علماء کا اجماع و اتفاق ہے۔
چنانچہ امام سہیلی "الروض الانف" میں اور امام طبرانی "تاریخ الامم والملوک" میں لکھتے ہیں:

فنسب نبینا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا یختلف

النسابون فيه الى معد بن عدنان،

امام کمیلی کی عبارت میں ہے:

فالذی صح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انه انتسب الی عدنان۔ (الروض الانف ج ۱ ص۸ وتاریخ الامم والملوک ج ۲ ص۱۹۱)

نسبِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سلسلۂ نسب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بسند صحیح مروی ہے اور اسی پر علماء کا اتفاق ہے اور وہ درج ذیل ہے:

"حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بن حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بن حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت ہاشم رضی اللہ عنہ، بن حضرت عبد مناف رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت قصی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت کلاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت مرہ رضی اللہ عنہ بن حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت لوی رضی اللہ عنہ بن حضرت غالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت فہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت مالک رضی اللہ عنہ بن حضرت نضر رضی اللہ عنہ بن حضرت کنانہ رضی اللہ عنہ بن حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ بن حضرت مدرکہ رضی اللہ عنہ بن حضرت الیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت مضر رضی اللہ عنہ بن حضرت نزار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت معد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حضرت عدنان رضی اللہ عنہ"

حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلۂ نسب میں اختلاف ہے،

چنانچہ امام طبرانی "تاریخ الامم والملوک" میں لکھتے ہیں:

"حدثنی یونس بن عبد الاعلی قال اخبرنا ابن وهب قال حدثنی ابن لهیعه، عن ابی الاسود وغیره عن نسبة

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ھاشم بن عبد مناف ابن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فھر بن مالک بن النضر بن کنانۃ ابن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اُدد ثم یختلفون فیما بعد ذلک۔" (ج ۲ صلا ۱۹)

اور تمام علماء کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ حضرت عدنان رضی اللہ عنہ حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہما الصلوۃ والسلام کی اولاد سے ہیں، چنانچہ امام ابوالفداء اسماعیل بن کثیر متوفی ۷۷۴ھ "السیرۃ النبویۃ" میں لکھتے ہیں:

لاخلاف ان عدنان من سلالۃ اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام"

بلکہ اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ حضرت عدنان رضی اللہ عنہ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے درمیان کتنے آباء ہیں،

امام ابن کثیر رح "السیرت النبویہ" میں لکھتے ہیں:

واختلفوا فی عدۃ الآباء بینہ وبین اسماعیل علی اقوال کثیرۃ (ج ۱ صـ ۲)

اب ہم مؤرخین کے ان تمام اقوال کو ذکر کرتے ہیں،

حضرت عدنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب

حضرت عدنان رضی اللہ عنہ کے نسب میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ حضرت عدنان کا نسب اس طرح ہے:

عدنان بن اُدَد بن مقوم بن ناحور بن تیرح بن یعقوب بن نبت بن نابت بن انوشس بن اسماعیل بن ابراہام علیہما السلام،

اور دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت عدنان کا نسب یوں ہے،

عدنان بن اُدد بن الھمیسع بن نابت بن اسماعیل بن ابراہام علیہم السلام،

اور تیسرا قول یہ ہے کہ ان کا نسب اس طرح ہے،

عدنان بن اُدد بن کعب بن ایوب بن قیدر بن اسمٰعیل بن ابراہام علیہم السلام،

اور چوتھا قول یہ ہے کہ ان کا نسب یوں ہے:

عدنان بن أدد بن ايمن بن شاجب بن ثعلبة بن عتر بن يربح بن محلم بن العوام بن المحتمل بن رائمۃ بن العيقان بن علۃ بن شحدود بن الظريف بن عبقر بن اسمٰعیل بن ابراھام علیہم السلام،

اور پانچواں قول یہ ہے کہ ان کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے:

عدنان بن أدد بن عوج بن المنعم بن الطمح ابن القسور بن العبور بن دعدع بن محمود بن الزائد بن بدان بن الدرس بن حصن بن النزال بن القاسم بن الجشر بن معد بن عیفی بن البنت بن قیدر بن اسماعیل بن ابراھیم علیہما السلام،

یہ پانچ اقوال امام ابن حبان نے "السیرت النبویہ" میں ذکر کئے ہیں،

(ص۴۱ تا ص۴۲)

اور امام ابو محمد عبد الملک بن ہشام المعافری الحمیری البصری متوفی ۲۱۳ھ نے "السیرت النبویہ" میں حضرت عدنان کا نسب اس طرح ذکر کیا ہے:

عدنان بن ادد بن مقوم بن ناحور بن تیرح بن یعرب بن یشجب بن نابت بن اسماعیل بن ابراھیم علیہما السلام، (ج ۱ ص۹)

اور امام ابن حجر عسقلانی نے امام ابو رؤیۃ علی محمد بن نصر سے نقل کیا ہے کہ بعض کے نزدیک حضرت عدنان کا نسب اس طرح ہے:

عدنان بن اد بن اود بن زید بن معد بن مقدم ابن ھمیسع بن نبت بن قیدار بن اسماعیل علیہ السلام،

اور بعض کے نزدیک اس طرح ہے،

عدنان بن اود بن ھمیسع بن نبت بن شلامان بن حمل بن نبت بن قیدار

اور بعض نے اس طرح ذکر کیا ہے:

عدنان بن ادد ھمیسع المقوم بن ناحور بن یسرح بن یشجب بن مالک بن ایمن بن نبت بن قیدار بن اسماعیل علیہ السلام،

اور بعض نے اس طرح بیان کیا ہے،

عدنان بن اد بن ادد بن ہمیسع بن یشجب بن سعد بن بریح بن نمیر بن حمیل منجم بن لافث بن صابوح بن کنانہ بن العوام بن نابت بن قیدار،

اور امام ابراھیم بن منذر نے اس طرح بیان کیا ہے،

عدنان بن ادبن ادد بن الھمیسع بن نابت بن اسمٰعیل علیہ السلام،

(فتح الباری ج ۶ ص۳۱۹ د ص۴۲۰)

ان تمام اقوال میں صحیح ترین اور معتبر قول یہ ہے کہ عدنان رضی اللہ عنہ کا نسب مبارک اس طرح ہے،

عدنان بن ادد بن زند (یا زید) بن نبت بن اسماعیل علیہ السلام کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بسند صحیح اسی طرح مروی ہے، اس کے علاوہ تمام اقوال تاریخ کی کتابوں سے منقول ہے اور حدیث پاک سے انکی تائید نہیں ہوتی،

امام سہیلی "الروض الانف" میں لکھتے ہیں کہ

واصح شئ فیما بعد عدنان ما ذکرہ الدولابی ابو البشر، من طریق موسی بن یعقوب عن عبد اللہ بن وھب بن زمعۃ الزھری عن عمتہ عن ام سلمۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ قال معد بن عدنان بن ادد بن زند بالنون بن الیری بن اعراق الثری، قالت ام سلمۃ فزند ھو الھمیسع والیری ھو نبت واعراق الثری ھو اسماعیل،

(ج ۱ ص ۸)

کہ حضرت عدنان کے بعد آپ کے نسب کے بارے زیادہ صحیح وہ روایت ہے جسے امام ابو البشر الدولابی نے بسند موسیٰ بن یعقوب حضرت عبد اللہ بن وہب بن زمعۃ الزہری سے وہ اپنی چچی سے وہ حضرت ہند بنت ابی امیہ ام سلمۃ رضی اللہ عنہا سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضرت عدنان کا نسب اس طرح ہے، عدنان بن ادد بن زند بن یری بن اعراق الثری، حضرت ام المومنین ام سلمۃ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ زند سے ہمیسع، یری سے نبت، اعراق الثری سے مراد اسماعیل علیہ السلام ہیں،

امام دولابی رحمہ اللہ کا تعارف

امام ابو بشر محمد بن احمد بن حماد بن سعد الانصاری، الوراق، الرازی، الدولابی، محدث حافظ، مؤرخ، صاحب "الاسماء والکنی" (معجم المؤلفین ج ۸ ص ۲۵۵)

امام ابوالفدا ابن کثیر "البدایۃ والنہایۃ" میں فرماتے ہیں:

"من حفاظ الحدیث"

امام دولابی حفاظ حدیث میں سے ہیں،

(ج ۱۱ صہ ۱۴۵)

ان کی پیدائش ۲۲۴ھ میں اور وفات ۳۲۰ھ ماہ ذی القعدہ میں ہوئی۔

(معجم المؤلفین ج ۸ صہ ۲۵۵)

اور امام ابن حجر عسقلانی "لسان المیزان" میں لکھتے ہیں کہ امام ابوالبشر دولابی، امام طبرانی کے شیخ ہیں (ج ۵ صہ ۲۱)

اس حدیث کو امام طبرانی نے "المعجم الصغیر" میں درج ذیل سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حدثنا محمد بن سحنویة بن الهیثم البرذعی بمصر قال حدثنا ابراهیم بن یعقوب الجوزجانی قال حدثنا هارون ابوعبد الله صاحب المغازی عن عبد العزیز بن عمران عن عمر بن عبد الرحمن بن عوف قال اخبرنی موسی بن یعقوب الزمعی قال اخبرنی عمی ابوالحارث عن ابیه عن ام سلمة زوج النبی صلی الله علیه وآله وسلم قالت "سمعت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یقول: معد بن عدنان بن أُدّ بن أُدد بن زیاد بن یری بن اعراق الثرا: قال ثم قال رسول الله

ہمیں حدیث بیان کی محمد بن سحنویہ بن الہیثم البرذعی نے مصر میں، انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابراہیم بن یعقوب جوزجانی نے انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی صاحب مغازی ابو عبد اللہ ہارون نے عبد العزیز بن عمران سے وہ عمر بن عبد الرحمن بن عوف سے انہوں نے کہا مجھے خبر دی موسیٰ بن یعقوب الزمعی نے انہوں نے کہا مجھے خبر دی میرے چچا ابوالحارث نے اپنے والد سے وہ حضرت ام سلمہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا معد بن عدنان بن اد بن اُدد بن زید بن یری بن اعراق الثرا، راوی نے کہا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا قوم عاد، ثمود، اصحاب الرس اور بہت سی ایسی قوموں کو جنہیں اللہ تعالیٰ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
اھلك عادا وثمودا واصحاب
الرس وقروناً بین ذلك
كثیرا لا یعلمهم الا الله۔
فكانت ام سلمة تقول معد
معد، عدنان، عدنان، وادد
ادد، وزاید (زند) همیسع، ویری
نبت واعراق الثری اسمٰعیل
بن ابراهیم صلی الله علیه وسلم
(قال الطبرانی) لا یروی عن ام
سلمة الا بهذا الاسناد
تفرد به موسی۔
(المعجم الصغیر ج ۲ ص ۶۲)

ہی جانتا ہے، حضرت ام سلمہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں۔ معد تو معد ہیں۔ عدنان
عدنان، اُدد اُدد، زید اور بعض نسخوں
میں زند ہے۔ وہ ہمیسع اور یری نبت
اور اعراق الثریٰ حضرت اسمٰعیل
بن حضرت ابراہیم علیہما السلام ہیں
یہ حدیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
سے اسی سند کے ساتھ مروی ہے۔

سند حدیث

اس حدیث کی سند کا مدار موسیٰ بن یعقوب زمعی پر ہے، اور وہ ثقہ ہیں۔ امام ابن حجر عسقلانی "تہذیب التہذیب" میں لکھتے ہیں:

موسی بن یعقوب بن عبد الله بن وهب بن زمعة بن الاسود بن المطلب بن اسد بن عبد العزی الاسدی الزمعی ابو محمد المدنی، عن ابن معین ثقه، وذکره ابن حبان فی الثقات، قال ابن القطان ثقة،

(تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۳۷۸ باختصار)

امام ابن معین سے مروی ہے کہ وہ ثقہ ہیں اور ابن حبان نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے اور ابن قطان نے کہا وہ ثقہ ہیں۔

لہٰذا اس حدیث سے اس قول کی تائید ہو گئی کہ حضرت عدنان رضی اللہ عنہ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے درمیان چار آباء ہیں اور آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔

عدنان بن اُدد بن اُدد بن ہمیسع بن نبت بن اسمٰعیل علیہ السلام اور پہلے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت معد بن عدنان رضی اللہ عنہما حضرت موسیٰ علیہ السلام

کے زمانہ میں تھے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے درمیان زیادہ عرصہ نہیں ہے اسلئے قرین قیاس بھی یہی ہے کہ حضرت عدنان اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے درمیان چار آباء کا واسطہ ہے نہ کہ زیادہ کا، اسی لئے امام ابن حجر عسقلانی نے اسی قول کو ترجیح دی۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں،

وان کان فی زمن موسی علیہ السلام فالمعتمد ان بینھما العدد القلیل۔

(فتح الباری ج ۶ ص ۲۲)

اگر حضرت معد موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے تو ان کے نسب کے متعلق معتبر قول یہ ہے کہ ان کے (حضرت عدنان اور حضرت اسماعیل علیہ السلام) درمیان عدد قلیل (چار آباء کا واسطہ ہو)

حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کا درمیانی عرصہ

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو مصر سے لے گئے، اسکے درمیان پانچ صد پینسٹھ سال (۵۶۵) کا عرصہ ہے،

امام ابو جعفر طبری "تاریخ الامم والملوک" میں لکھتے ہیں:

ومن مولد ابراھیم الی خروج موسی ببنی اسرائیل من مصر خمس مائۃ وخمسا وستین سنۃ (ج ۲ ص ۱۷۱)

اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان پانچ سو پچھتر برس کا عرصہ ہے امام طبری لکھتے ہیں:

عن ابن عباس انہ قال: من ابراھیم الی موسی خمس مائۃ

وخمس وسبعون سنة،

اور امام ابن الوردی فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے درمیان، پانچ سو پینتالیس برس (۵۴۵) کا عرصہ ہے کیونکہ جب حضرت اسحٰق علیہ السلام پیدا ہوئے تو اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک سو سال (۱۰۰) تھی، اور جب ان کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام پیدا ہوئے، اس وقت حضرت اسحٰق علیہ السلام کی عمر ساٹھ (۶۰) سال تھی۔ اور جب اُن کے بیٹے لاوی پیدا ہوئے اسوقت حضرت اسحٰق علیہ السلام کی عمر چھیاسی (۸۶) سال تھی۔ اور جب ان کے بیٹے قاہات پیدا ہوئے، اس وقت لاوی کی عمر چھیالیس (۴۶) سال تھی، اور جب ان کے بیٹے عمران پیدا ہوئے اس وقت قاہات کی عمر تریسٹھ (۶۳) سال تھی، اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اس وقت حضرت عمران کی عمر ستر (۷۰) سال تھی، اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت کے درمیان چار سو پچیس (۴۲۵) سال کا عرصہ ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس (۱۲۰) سال تھی، اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے درمیان پانچ سو پینتالیس سال کا عرصہ ہوا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک سو پچھتر (۱۷۵) سال، حضرت اسحاق علیہ السلام کی عمر ایک سو اسی (۱۸۰) سال، حضرت یعقوب علیہ السلام کی عمر ایک سو سنتالیس (۱۴۷) سال، لاوی کی عمر ایک سو سینتیس (۱۳۷) سال، اور قاہات کی عمر ایک سو ستائیس (۱۲۷) سال، اور عمران کی عمر ایک سو چھتیس (۱۳۶) سال، اور موسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس (۱۲۰) سال تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نسب اس طرح ہے۔ موسیٰ بن عمران بن قاہات بن لاوی بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم علیہما السلام، (تتمة المختصر فی اخبار البشر ج۱ ص۱۵)

حضرت عدنان اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا درمیانی عرصہ؟

حضرت عدنان اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے درمیان تقریباً پانچ سو کچھ سال کا عرصہ

ہے، کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وفات کے بعد آپؑ کے بیٹے حضرت نابت کعبہ معظمہ کے متولی ہوئے، حضرت نابت کی وفات کے بعد بنی جرہم کعبہ شریف کے متولی بنے،

تاریخِ یعقوبی میں ہے،

فلما توفی اسماعیل ولی البیت بعدہ نابت بن اسماعیل (الی ان قال) ولما توفی نابت وقد تفرق ولد اسماعیل ولی البیت المضاض بن عمرو الجرھمی (ج ۱ ص ۲۲۲)

لیکن اس کے باوجود کہ حکمران بنی جرہم تھے وہ بنی اسماعیل کا احترام کرتے تھے اور احتراماً ولایت کعبہ کی ذمہ داری بنی اسماعیل ہی کے سپرد تھی۔ چنانچہ حضرت نابت کے بعد متولی کعبہ ان کے بیٹے امین ان کے بعد یشجب بن امین ان کے بعد ہمیسع ان کے بعد اُدد پھر حضرت عدنان والیٔ کعبہ مقرر ہوئے۔ (تاریخ یعقوبی ج ۱ ص ۲۲۲)

اور بنی جرہم تقریباً تین سو سال اور بقول امام مسعودی پانچ سو ساٹھ سال مکہ شریف کے حکمران رہے۔ چنانچہ امام تقی الدین محمد بن احمد الحسنی الفاسی المکی متوفی ۸۳۲ھ لکھتے ہیں کہ

فاقاموا ولاۃ البیت نحو ثلاث مائۃ سنۃ

بنی جرہم تین سو سال حکمرانِ کعبہ رہے۔

اور امام مسعودی سے نقل کرتے ہیں کہ

ان اول ملک من ملوک جرہم مضاض بن عمرو بن الرقیب مائۃ سنۃ ثم ملک بعدہ ابنہ عمرو بن مضاض مائۃ وعشرین سنۃ ثم ملک الحارث بن عمرو مائۃ سنۃ، ثم ملک بعدہ عمرو بن الحارث مائتی سنۃ ثم ملک بعدہ مضاض بن عمرو بن الاصغر اربعین سنۃ (العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین ج ۱ ص ۱۳۱، ۱۳۲)

کہ سب سے پہلے ملوکِ جرہم میں سے مضاض بن عمرو بن الرقیب حاکم ہوا، ایک سو سال تک، پھر اس کے بعد اس کا بیٹا عمرو بن مضاض ایک سو بیس سال تک پھر اس کے بعد حارث بن عمرو ایک سو سال تک پھر اس کے بعد عمرو بن الحارث دو سو سال تک پھر اس کے بعد مضاض بن عمرو بن الاصغر چالیس سال حاکم رہا۔

⁂ ⁂

⁂ ⁂ ⁂ ⁂

اس طرح بنی جرہم کی حکمرانی کا دور پانچ صد ساٹھ (۵۶۰) سال تقریباً ہوتا ہے، اسکے بعد بنی خزاعہ نے بنی جرہم کے ساتھ جنگ کی اور بنی جرہم کو مکہ معظمہ سے نکال دیا اور خود مکہ کے حکمران بن گئے، اور ان کا رئیس عمرو بن لحی الخزاعی لعنہ اللہ تھا جس نے سب سے پہلے عرب میں شرک رائج کیا اور کعبۃ المعظمہ میں بت نصب کئے اور وہ جنگ حضرت عدنان کے والد حضرت اُدد کے زمانہ میں ہوئی۔ چنانچہ امام احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن وھب ابن واضح الکاتب العباسی المعروف بالیعقوبی متوفی ۲۹۲ھ، اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں،

وھلکت جرہم فی عصرہ۔ (تاریخ یعقوبی ج ۱ ص۲۲۲)

عرب میں سب سے پہلے شرک عمرو بن لحی الخزاعی لعنہ اللہ نے رائج کیا

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وفات کے بعد عرب دین ابراہیم علیہ السلام پر قائم رہے پھر جب عمر بن لحیؔ (حارثہ ابن عمرو بن عامر بن ماء السماء ابو خزاعہ کعبہ شریف کا متولی ہوا تو اس نے سب سے پہلے بتوں کی پوجا کو رائج کیا،

حدیث شریف میں ہے:

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میں نے عمرو بن لحی کو جہنم میں اپنی انتڑیاں گھسیٹتے ہوئے دیکھا کیونکہ سب سے اول اس نے عرب میں شرک رائج کیا تھا"

(بخاری شریف کتاب المناقب)

اور وہ تین صد چالیس سال (۳۴۰) زندہ رہا اور اسکی اولاد اس کے بعد ایک سو ساٹھ برس (۱۶۰) کعبہ معظمہ کے متولی رہے،

چنانچہ امام حلبی "انسان العیون فی سیرت الامین المامون" میں لکھتے ہیں۔

وعاش عمرو بن لحی ھذا ثلثمائۃ واربعین سنۃ ورأی من ولدہ وولدہ الف مقاتل ای مکث ھو وولدہ من بعد فی ولایۃ البیت خمس مائۃ سنۃ (ج ۱ ص۱۱)

اسکے بعد نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد امجد حضرت قصی بن کلاب نے بنو خزاعہ سے جنگ کی اور انہیں مکہ معظمہ سے نکال دیا اور خود بیت اللہ کے متولی ہوگئے۔

عمرو بن لحی سے پہلے بنی اسمٰعیل دینِ ابراہیمی پر ہی تھے

بنی اسماعیل حضرت اسماعیل علیہ السّلام کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے دین پر تھے، چنانچہ سیرتِ حلبیہ میں ہے،

تظافرت نصوص العلماء
علی ان العرب من عهد
ابراهیم استمرت علی دینه
ای من رفض عبادة الاصنام
الی زمن عمرو بن لحی فهو اول
من غیر دین ابراهیم علیه السلام.
(ج ۱ ص ۱۰)

علماء کی نصوص اس پر موجود ہیں کہ عرب حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے زمانہ سے لیکر عمرو بن لحی کے زمانہ تک دین ابراہیمی پر قائم تھے۔ یعنی وہ بتوں کی پوجا نہیں کرتے تھے تو سب سے پہلے عمرو بن لحی نے دین ابراہیمی کو تبدیل کیا۔

اس سے واضح ہوا کہ بتوں کی پوجا کا رواج عمرو بن لحی کے زمانہ سے ہوا اور وہ عمرو بن لحی حضرت اُدد اور حضرت عدنان کے دور میں تھا، لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے حضرت عدنان تک نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء کرام ملتِ ابراہیمی پر تھے، اور مؤمنین صالحین ہی تھے۔ اور حضرت عدنان سے حضرت مرّہ تک تمام آباء کرام کے مومن ہونے کی احادیث مبارکہ میں صراحت موجود ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اور حضرت کلاب سے حضرت عبد اللہ تک تمام آباء کا ایمان بتقاضا عموم نصوص ثابت ہے،

اسلئے ثابت ہوا کہ حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ تک نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء واجداد مومنین صالحین اور محبوبانِ خدا تھے (کذا فی مسالک الحنفاء)

حضرت عدنان رضی اللہ عنہ کے دو بھائی تھے ایک کا نام نبت بن ادد اور دوسرے کا نام عمرو بن ادد تھا،

امام سہیلی "الروض الانف" میں فرماتے ہیں۔

ولعدنان بن اُدد اخوان نبت بن ادد وعمرو بن ادد (ج ۱ صـ ۱۳)

اور حضرت عدنان رضی اللہ عنہ کے آباء کے ناموں میں بھی اختلاف ہے۔

امام دیار بکری نے ان کے نام اس طرح ذکر کئے ہیں،

عدنان بن ادد بن الہمیسع بن نبت بن حمل بن قیدار بن اسماعیل علیہ السلام،

اور ہم اسی کو اختیار کرکے آگے اسکی تفصیل ذکر کرتے ہیں۔ حضرت عدنان کے والد گرامی کا نام اُدد تھا، چونکہ حضرت اُدد کی آواز لمبی تھی اور بنی اسماعیل میں وہ صاحب شرف تھے، اسلئے ان کا نام اُدد رکھا گیا، امام بکری فرماتے ہیں:

انما سمی ادد لانہ کان مدیاد الصوت طویل العز والشرف"

اور سب سے پہلے عربی قلم سے لکھنا انہوں نے سیکھا اور اس وجہ سے بھی وہ صاحب فضیلت ہوگئے،

تاریخ خمیس میں ہے:

"اوّل من تعلّم بالقلم من ولد اسماعیل ادد، فُضِل بالکتابۃ علی اھل زمانہ (ج ۱ صـ ۱۲۶)

حضرت اُدد کے والد کا نام ھمیسع تھا، حضرت ھمیسع کے حالات کی تفصیل ہمیں نہیں مل سکی، حضرت ہمیسع کے والد کا نام نبت تھا، حضرت نبت میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک ظاہر ہوتا تھا، اور وہ نہایت ہی نیک سیرت انسان تھے اور اپنے آباء کرام کے نقش قدم پر قائم تھے، اور وہ شکار کو بہت پسند کرتے تھے،

امام دیار بکری فرماتے ہیں:

وفیہ نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاخذ یسیر بسیرۃ حسنۃ یحب القنص ویتبع آثار آبائہ"

حضرت نبت کی والدہ کا نام سعیدہ تھا۔

تاریخ خمیس میں ہے:

فتزوج امراءۃ من قومہ یقال لھا سعیدۃ فولدلہ منھا نبت (ج ۱ صـ ۱۲۶)

حضرت نبت کے والد کا نام حمل تھا، حضرت حمل رضی اللہ عنہ حضرت یعقوب بن اسحٰق علیہما السلام کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔

امام دیار بکری فرماتے ہیں:

وکانت ولادۃ حمل فی زمن یعقوب (تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۱۳۶)

جب حضرت حمل رضی اللہ عنہ جوان ہوئے تو ان سے ان کے والدِ گرامی نے یہ عہد لیا کہ نورِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی حفاظت کرنا، یہ میثاق لینے کے بعد ان کے ہاتھ سے پکڑا اور انہیں جبلِ ثبیر پر لے گئے، "ثبیر" مکہ معظمہ کے قریب ایک پہاڑ ہے، وہاں ایک نوجوان شخص کی شکل میں حضرت عزرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور حضرت قیدار رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے قیدار اپنا کان میری طرف کرو تاکہ میں آپ سے کوئی خفیہ بات کر سکوں۔ تو حضرت قیدار نے اپنا کان ان کی جانب کیا، پس عزرائیل علیہ السلام نے کان سے انکی روح قبض کرلی، تو حضرت قیدار زمین پر گر گئے، حضرت حمل یہ دیکھ کر ناراض ہوکر بولے اے فلاں تو نے میرے باپ کو قتل کر دیا؟ ملک الموت نے کہا اے بچے اپنے باپ کو دیکھو کیا وہ میت ہے؟ حضرت حمل نے بغور دیکھنے کی غرض سے اپنا سر جھکایا تو ملک الموت غائب ہو گئے۔ حضرت حمل نے دائیں بائیں دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا، تو وہ جان گئے کہ وہ ملک الموت تھے، اتنے میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے کوئی شخص آیا اور اس نے حضرت قیدار کو غسل دیا، ور کفن پہنایا اور انہیں جبلِ ثبیر میں دفن کیا، حضرت قیدار کی قبر الوزجل ثبیر میں ہے، پھر حضرت حمل رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کی سعیدہ نامی خاتون سے نکاح کیا ان سے حضرت نبت پیدا ہوئے۔

(تاریخ خمیس ج ۱ ص ۱۳۶)

حضرت حمل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ محترمہ کا اسمِ گرامی غاضرہ تھا اور وہ بنی جرھم کے رئیس کی صاحبزادی تھیں اور وہ رئیس بنی جرھم ذھل بن عمرو بن یعرب بن قحطان کی اولاد سے تھے اور قحطان حضرت شیث علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل سے ہیں۔

حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح کا عجیب واقعہ

حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا

حضرت غاضرہ سے نکاح کرنے کا عجیب واقعہ ہے اس واقعہ کو امام دیار بکری نے اپنی کتاب "تاریخ الخمیس فی احوال النفس نفیس" میں ذکر کیا ہے۔

حضرت قیدارؑ کے خصائل

کہ حضرت قیدار علیہ السلام کو سات خصلتیں عطا کی گئیں:

نمبر۱: الباس: (بہادری) یعنی حضرت قیدار بہت بہادر اور شجاع تھے۔
نمبر۲: الشدۃ: (قوت وطاقت) حضرت قیدار بہت قوی اور طاقتور تھے۔
نمبر۳: الصراع: (عاجزی وتواضع) حضرت قیدار بہت متواضع انسان تھے۔
نمبر۴: الرمی: (تیر مارنا) حضرت قیدار تیر مارنے اور نشانہ لگانے کے ماہر تھے۔
نمبر۵: القنص: (شکار کرنا) حضرت قیدار پرندوں اور جانوروں کو شکار کیا کرتے تھے۔
نمبر۶: الفروسیۃ: (گھوڑے پر سواری کرنا) حضرت قیدار شہسوار تھے۔
نمبر۷: صاحب الضفیرہ: حضرت قیدار نے زلفیں رکھی ہوئی تھیں، زلفوں والے تھے۔

اور حضرت قیدار رضی اللہ عنہ جب کوئی جانور یا پرندہ شکار فرماتے، تو وہ شکار کیا ہوا جانور یا پرندہ بولتا اور یہ کہتا:

لا تذبحنی حتی تسمی الله ولا تأکل مما لم یذکر اسم الله علیه

کہ مجھے "بسم اللہ اللہ اکبر" کہے بغیر ذبح نہ کرنا اور جس مذبوح پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو اُسے نہ کھانا۔

حضرت قیدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرۂ انور میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور مبارک سورج کی طرح چمکتا تھا، اسلئے انہیں حکم ہوا کہ پاکیزہ عورتوں سے نکاح فرمائیں کیونکہ کسی مشرکہ عورت کا بطن اس نور مقدس کے لائق نہیں ہے، تو حضرت قیدار نے یہ سمجھ کر کہ حضرت اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے جو عورتیں ہیں وہی پاکیزہ ہیں اور اس نورِ مقدس کے منتقل ہونے کے لائق وہی ہیں۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے ایک سو عورتوں سے نکاح فرمایا مگر ان میں سے کوئی بھی اس نور مبارک کی حاملہ نہ ہوئی، ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت قیدار علیہ السلام شکار کے لئے تشریف لے گئے تو جنگلی جانوروں اور پرندوں نے عار دلائی اور یہ آواز دی کہ اے قیدار، ہمیں شکار کرنے سے

یہ بہتر ہے کہ جو نور مبارک آپ کے چہرۂ انور میں چمک رہا ہے اسکو آپ اس نور کی جائے ودیعت میں منتقل کرنے کا ارادہ کریں، تو آپ الٰہ ابراھیم سے ڈریں:

"قد آن لك ان يخرج نور ابي القاسم صلى الله عليه وسلم من ظهرك"۔

آپ کی پشت مبارک سے ابو القاسم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور مبارک کے منتقل ہونے کا وقت آگیا ہے۔

تو حضرت قیدار رضی اللہ عنہ مرعوب ہو کر گھبرائے ہوئے گھر واپس تشریف لائے اور فرمایا مجھے الٰہ ابراہیم علیہ السلام کی قسم! جو میں نے ان جانوروں اور پرندوں کی زبان سے سنا جبتک مجھ پر یہ واضح نہ کر دیا جائے، میں نہ کچھ کھاؤں گا نہ کچھ پیؤں گا، اور غمگین ہو کر بیٹھے ہوتے تھے کہ ایک نوجوان آدمی کی صورت میں آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہوا اور آکر آپ کو سلام کہا اور فرمایا اے قیدار اللہ تعالٰی نے آپ کو روئے زمین کا بادشاہ بنایا ہے اور آپ کو آپ کے چچازاد بھائی حضرت عیص جیسی قوت عطا فرمائی ہے، اور آپ کی طرف محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور منتقل فرما دیا ہے اور وہ آپ کی اولاد سے ہوں گے، حضرت اسحاق علیہ السلام کی نسل میں منتقل نہیں ہوں گے تو اگر آپ بحضور الٰہ ابراہیم علیہ السلام قربانی کریں تو اللہ تعالٰے آپ پر یہ بیان فرما دے گا کہ آپ کس خاتون سے نکاح فرمائیں۔

تو حضرت قیدار علیہ السلام اسی جگہ تشریف لے گئے جہاں حضرت ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو قربان کرنے کے لئے لے گئے تھے، اور حضرت قیدار نے سات سو دنبے ذبح فرمائے اور یہ دعا فرمائی: الٰہی اگر تو مجھے وہ بچہ عطا فرمانیوالا ہے، تو میری اس قربانی کو قبول فرما اور مجھے بیان فرما دے کہ کس خاتون سے نکاح کروں؟ اور جب ہی کوئی دنبہ ذبح فرماتے تو آسمان سے سفید زنجیر کی صورت میں آگ اترتی اور اس دنبہ کو اٹھا کر آسمان کی طرف لے جاتی، حتٰی کہ آسمان سے یہ ندا آئی: اے قیدار تجھے اتنا ہی کافی ہے، آپ کی دعا قبول کر لی گئی اور آپ کی یہ قربانی مقبول ہو گئی ہے،

"پس آپ شجرۃ الوعد (وعدکی درخت کا نام ہے) کے نیچے جا کر سو جائیں اور خواب میں جو آپ کو حکم دیا جائے اس پر عمل کریں۔ تو حضرت قیدار اس درخت کے نیچے آکر سو گئے، خواب میں انہیں ہاتف نے ندا کی اور فرمایا:

یا قیدار ان هذا النور الذی فی وجهك نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وهو النور الذی فتح اللہ بہ الانوار وخلق الدنیا لاجلہ وانہ عربی لا ینبغی ان یجری الا فی العربیات فابتغ لنفسك عربیة ولیکن اسمها الغاضرة"	اے قیدار یہ نور جو آپ کے چہرہ میں جلوہ گر ہے یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک ہے یہ وہ نور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام نور اسی نور سے پیدا فرمائے اور اسی نور کے سبب دنیا پیدا فرمائی اور یہ عربی ہیں تو عربی عورتوں کے بطن میں ہی منتقل ہونے چاہئیں، پس آپ اپنے لئے کوئی عربی عورت تلاش کریں اور اس کا نام غاضرہ ہو

تو حضرت قیدار بیدار ہوئے اور بہت خوش ہوئے اور بنی جرھم کے رئیس کی صاحبزادی حضرت غاضرہ سے نکاح کیا اور ان سے حضرت حمل رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

(تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۱۲۶)

حضرت قیدار کے نام میں اختلاف ہے، بعض نے قیذر ذکر کیا ہے اور قیذر کا معنی ہے بادشاہ، چونکہ حضرت قیذر اپنے زمانہ میں عرب کے بادشاہ تھے اس لئے ان کا نام قیذر رکھا گیا، حضرت عدنان کا نسب حضرت قیذر تک پہنچتا ہے۔ اور سند کے لحاظ سے یہ روایت قوی ہے،

چنانچہ امام سہیلی "الروض الانف" میں لکھتے ہیں:

وذکر من وجہ قوی فی الروایة عن نساب العرب ان نسب عدنان یرجع الی قیذر بن اسماعیل وان قیذر کان الملك فی زمانہ وان معنی قیذر الملك اذ قیل (ج ۱ ص ۹)

اور امام زبیدی "تاج العروس" میں لکھتے ہیں کہ حضرت قیذر کے بارے میں بعض علماء کا قول ہے کہ وہ نبی تھے اور ان کا مزار عجم میں سلطانیہ شہر کے قریب ہے اور لوگ اس مزار مبارک کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"وقیذار بن اسماعیل بن ابراهیم علیهما وعلی نبینا افضل الصلوة والسلام وهو ابو العرب وقد قیل فی نبوتہ ایضا ولہ مشهد یزار قریبا من السلطانیة بالعجم

واعقب من ولده حمل بن قیذار:

حضرت قیذار کا ایک بیٹا اور بھی تھا اسے سواری کہا جاتا تھا۔

"تاج العروس" میں ہے:

"وله ابن آخر یقال له سواری" (ج ۳ ص ۴۸۵)

اور حضرت قیذار علیہ السلام کے گیارہ بھائی اور تھے۔ ان کے نام درج ذیل ہیں:

نمبر ۱: نابت: وہ سب سے بڑے بھائی تھے،

نمبر ۲: مشا نمبر ۳: أرهبل نمبر ۴: صمعا نمبر ۵: ماشی

نمبر ۶: دما نمبر ۷: آذر نمبر ۸: طسما نمبر ۹: بطور

نمبر ۱۰: نیشا نمبر ۱۱: قیدما،

امام فاسی المکی "العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین" میں لکھتے ہیں:

وامّا اولاد اسماعیل علیہ السلام: فقال ابن ہشام: حدثنا زیاد بن عبد اللہ البکائی عن محمد بن اسحٰق قال: ولد اسماعیل بن ابراهیم اثنی عشر رجلا: نابتا وکان اکبرہم: وقیدار، واربل ومشا وصمعا وماشی ودما واذر وطسم وبطور ونیشا وقیدما (ج ۱ ص ۱۳۶)

حضرت قیذار کی والدہ ماجدہ کا نام سیدہ بنت مضاض جرہمیہ اور بقول بعض ہالہ بنت حارث ابن عمرو الجرہمی ہے۔

اور حضرت قیذار رضی اللہ عنہ کے والد گرامی کا نام حضرت اسماعیل علیہ السلام اور لقب ذبیح اللہ ہے۔ اور وہ اللہ کے رسول تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں عرب یمن اور حضرموت کی طرف مبعوث فرمایا اور آپ نے پچاس (۵۰) سال دین اسلام کی تبلیغ فرمائی۔ اس عرصہ میں بہت تھوڑے سے لوگ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی عمر ایک سو سینتیس (۱۳۷) سال تھی، جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت اسحاق نبی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی بیٹی حضرت نسمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت عیص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ نکاح کرنے کی وصیت فرمائی تو حضرت اسحٰق علیہ السلام نے ایسا ہی فرمایا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وفات مکہ شریف میں ہوئی اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی قبر انور کے ساتھ مقام ابراہیم میں مدفون ہوئے۔

(تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۱۴۵)

ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں

اس مسئلہ میں علمار کرام کا اختلاف ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں یا حضرت اسحٰق علیہ السلام؟

امام بیہقی اور امام محب الدین الطبری کے نزدیک ذبیح اللہ حضرت اسحٰق علیہ السلام ہیں۔ اور صحیح یہ ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں۔

چنانچہ امام فاسی فرماتے ہیں:

واختلف فی الذبیح هل هو اسمٰعیل بن ابراهیم او اخوه اسحٰق بن ابراهیم۔ والصحیح انه اسماعیل،

(العقد الثمین ج ۱ ص ۱۳۲)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سعید بن المسیب، امام شعبی، حضرت حسن بصری، مجاهد، ربیع بن انس محمد بن کعب القرظی، امام کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بروایت عطاء بن ابی رباح و یوسف بن مالک حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی قول ہے۔ اور صاحب مظہری نے بھی اسی قول کو صحیح کہا ہے۔

(تفسیر مظہری ج ۸ ص ۱۲۶)

اور علامہ محمود آلوسی البغدادی رح "روح المعانی" میں امام جلال الدین سیوطی رح کے رسالہ "القول الفصیح فی تعیین الذبیح" کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حضرت علی حضرت ابوہریرہ، ابوالطفیل، ابوجعفر الباقر، ابوصالح، سعید بن جبیر، یوسف بن مهران، ابوعمرو بن العلاء، امام احمد بن حنبل، وغیرہم ائمہ اعلام کا بھی یہی قول ہے، اور اسی قول کو اکثر محدثین نے ترجیح دی اور امام ابوحاتم نے اسی قول کو صحیح کہا، پھر کتاب "الهدیٰ" کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ علمار صحابہ، تابعین، اتباع تابعین کے نزدیک یہی قول صحیح ہے (روح المعانی ج ۲۳ ص ۱۲۱)

اور اس مسئلہ میں علمار کے فریقین کے دلائل موجود ہیں، ہم اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان دلائل کو ذکر نہیں کرتے، جسے اسکی تفصیل مطلوب ہو وہ تفاسیر کا مطالعہ

کرے خصوصاً مظہری و روح المعانی وغیرہا کتب تفاسیر کو دیکھے،

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے نام کی وجہ تسمیہ

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا نام اسمٰعیل اسلئے رکھا گیا کہ ان کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد نہ تھی اور آپ اولادِ صالح کی دُعا فرمایا کرتے تھے اور کہتے :

اِسْمَعْ یَا اِیْل : (اے اللہ میری دُعا قبول فرما)

ایل کا معنی اللہ ہے، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر شریف جب ننانوے (۹۹) برس ہوئی تو اللہ تعالےٰ نے انہیں سب سے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام عطا فرمائے جب ان کی ولادت ہوئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کا نام اسماعیل رکھدیا۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اپنی والدہ کے اکلوتے بیٹے تھے اور آپ کی والدہ محترمہ کا نام حضرت ہاجرہ تھا اور وہ اردن کے بادشاہ صادوف قبطی کی ام ولد تھیں، اس بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ھبہ کی تھیں، اور اس کا واقعہ مشہور ہے۔

(تاریخ الخمیس ج ۱ صـ۸۵ و صـ۱۳۰)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے والد جد الانبیاء حضرت ابراہیم خلیل الرحمن علیہ السلام ہیں: حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چار عورتوں سے نکاح فرمایا، سب سے پہلے حضرت سارہ بنت ہاران ملک حران یا ھاران اکبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچے کی صاحبزادی تھیں اور وہ نہایت ہی حسین تھیں حتیٰ کہ حضرت یوسف علیہ السلام سے بھی تین حصہ زیادہ حسین تھیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب نمرود نے آگ میں ڈالا، اور اللہ تعالےٰ نے ان پر آگ کو ٹھنڈی اور سلامتی والی کردیا۔ یہ دیکھ کر حضرت سارہ نے کہا اے ابراہیم جس رب نے آپ پر اس آگ کو بردو سلام کردیا میں اس رب پر ایمان لاتی ہوں پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے گھر واپس تشریف لائے اس وقت حضرت سارہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

(تاریخ الخمیس ج ۱ صـ۸۵)

حضرت سارہ کے بعد حضرت ہاجرہ قبطیہ سے نکاح ہوا، حضرت ہاجرہ کے بعد جب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی اسکے بعد قطورا بنت یقطن کنعانیہ سے اور اسکے بعد حجور بنت اھیب عربیہ سے نکاح کیا۔

(تاریخ خمیس ج ۱ صـ۱۳۰)

حضرت ابراهیم علیہ السلام کی اولاد

حضرت ابراھیم علیہ السلام کے تقریبًا تیرہ (۱۳) بیٹے تھے ۔ ایک حضرت سارہ سے، ان کا نام حضرت اسحٰق علیہ السلام ہے ، وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے چودہ (۱۴) سال چھوٹے تھے ، جب حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے ، اس وقت حضرت سارہ کی عمر نوے (۹۰) سال تھی ، جس رات حضرت اسحاق علیہ السلام حضرت سارہ کے بطنِ اقدس میں منتقل ہوئے اسی رات اللہ تعالےٰ نے قومِ لوط پر عذاب نازل کیا اور اس وقت حضرت ابراھیم علیہ السلام کی عمر تقریبًا ایک سو بارہ (۱۱۲) سال تھی ، ایک حضرت ھاجر قبطیہ سے ان کا نام حضرت اسماعیل ہے ، اور چھ بیٹے قطورا بنت یقطن کنعانیہ سے ان کے نام یہ ہیں :

نمبر۱ : مدین نمبر۲ مدان نمبر۳ : نیشان نمبر۴ : زمران

نمبر۵ : یشبق نمبر۶ : یشرخ

اور پانچ بیٹے حجور بنت اھیب سے ۔ ان کے نام درج ذیل ہیں :

نمبر۱ : کیسان نمبر۲ : سروح نمبر۳ : امیم نمبر۴ : لوط

نمبر۵ : یاسن

★ اور تمام انبیاء بنی اسرائیل حضرت اسحٰق بن ابراہیم علیہما السلام کی نسل سے ہوئے ۔

★ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے صرف نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوئے ۔

(تاریخ الخمیس ج ۱ ص ۱۳۰)

حضرت ابراھیم علیہ السلام کی ولادت

حضرت ابراھیم علیہ السلام جمعہ کی رات دس محرم الحرام طوفانِ نوح کے ایک ہزار اکاسی (۱۰۸۱) سال بعد نمرود بن کنعان بن کوش بن سام بن نوح کے زمانہ میں پیدا ہوئے ۔ اور طوفانِ نوح حضرت آدم علیہ السلام کے زمین پر اترنے کے دو ہزار دو سو بیالیس (۲۲۴۲) سال بعد آیا، اور بعض کے بقول حضرت ابراھیم علیہ السلام طوفان کے ایک ہزار دو سو بیالیس (۱۲۴۲)

سال بعد پیدا ہوئے، اور بعض کے نزدیک ایک ہزار دو سو تیس (۱۲۳۰) سال بعد پیدا ہوئے، اور حضرت ابراھیم علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے تین ہزار آٹھ سو سینتیس (۳۸۳۷) سال بعد پیدا ہوئے،

(تاریخ الخمیس جلد ا صفحہ ۹۶)

حضرت ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام مقام سوس یا بابل، یا کسکر یا حران میں پیدا ہوئے۔
حضرت ابراھیم علیہ السلام کے دو بھائی تھے
نمبر ۱: ھاران، حضرت لوط علیہ السلام کے والد
نمبر ۲: اور ناحور، حضرت لقمان علیہ السلام کے دادا،
حضرت ابراھیم علیہ السلام کی والدہ کا نام نونان یا اذنابنت نمرود تھا،

(تاریخ الخمیس ج ا صفحہ ۸۵، صفحہ ۹۶)

حضرت ابراھیم علیہ السلام کے والد کا نام

حضرت ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد کے نام میں علماء و مؤرخین کا اختلاف ہے، بعض کے نزدیک حضرت ابراھیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر ہے، اور امام مقاتل ابن حبان فرماتے ہیں کہ ان کا نام تارخ ہے اور آزر ان کا لقب ہے اور امام محمد بن اسحٰق، ضحاک، کلبی کے نزدیک ان کا نام آزر اور تارخ دونوں ہیں،

(مظہری ج ۳ صفحہ ۲۵۶)

لیکن صحیح یہ ہے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ ہے اور آزر حضرت ابراھیم علیہ السلام کے چچا کا نام ہے، اور لفظ اب (باپ) کا اطلاق عم (چچا) پر بھی ہوتا ہے اور یہ کلام عرب میں شائع ہے۔

اور قرآن کریم میں لفظ اب چچا کے لئے استعمال ہوا ہے۔

سورۂ بقرہ میں ہے:

نعبد الٰھک والٰہ آبائک ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق الٰھاً واحداً۔

(یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے کہا) ہم عبادت کریں گے تیرے اور تیرے باپ ابراھیم اسمٰعیل، اسحٰق علیہم السلام کے معبود کی

کہ جو ایک ہی معبود ہے

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام کے دادا ہیں، اور اسماعیل علیہ السلام ان کے چچا ہیں،

چنانچہ قاضی ثناء اللہ مظہری فرماتے ہیں:

وکان آزر علی الصحیح عما لابراهیم والعرب یطلقون الاب علی العم کما فی قوله تعالی نعبد الٰهك واله ابائك ابراهیم واسمٰعیل واسحٰق الٰهاً واحداً وکان اسمه ناحور وکان ناخور علی دین آبائه الکرام ثم لما صار وزیر لنمروذ اختار الکفر للحرص فی الدنیا وترك دین آبائه۔

(مظہری ج ۲ ص ۲۵۶)

اور سورۃ ابراہیم کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وانما کان عما له وکان اسم ابیه تارخ

(مظہری ج ۵ ص ۲۷۹)

اور امام فخر الدین "مفاتیح الغیب" میں لکھتے ہیں:

ان آزر ما کان والد ابراهیم علیه السلام بل کان عماله فاما والده فهو تارخ (ج ۱۳ ص ۳۰)

اور علامہ احمد صاوی مالکی حاشیہ جلالین، میں لکھتے ہیں:

هو عمه واسم ابیه تارخ وسمی ابا علی عادة الاکابر من تسمیة العم ابا (ج ۲ ص ۳۹)

اور علامہ اسماعیل حقی روح البیان میں لکھتے ہیں:

هو عمه لا ابوه الحقیقی والعرب تسمی العم ابا کما تسمی الخالة اما (ج ۱۳ ص ۴۳)

اور امام زبیدی "تاج العروس" میں فرماتے ہیں:

هو اسم عم ابراهیم علیه وعلی نبینا افضل الصلوٰة یعنی قول باری تعالیٰ " واذ قال ابراهیم لابیه آزر اتتخذ اصناما الهة " میں

والسلام: فی الآیۃ المذکورۃ:
وانما سمی العم ابا وجری
علیه، القرآن العظیم علی
عادۃ العرب فی ذلك لانهم
کثیرا ما یطلقون الاب
علی العم واما ابوہ فانه تارخ
وھذا باتفاق النسابین
لیس عندھم اختلاف فی
ذلك - کذا قاله الزجاج
والفراء (ج ۲ صـ ۱۲)

آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچے کا
نام ہے اور قرآن کریم میں یہ لفظ عرب
کے طریقہ کے مطابق استعمال ہوا
ہے کیونکہ اکثر و بیشتر عرب لفظ اب
کا اطلاق عم (چچا) پر کرتے ہیں، اور
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد
کا نام تارخ ہی تھا، اور اس پر تمام
علماء علم نسب کے ماہرین کا اتفاق
ہے، اسی طرح امام زجاج، اور امام
فراء نے فرمایا ہے۔

اور امام جلال الدین سیوطی "مسالک الحنفا" میں رقمطراز ہیں:
"ان آزر لیس ابا ابراهیم کما ورد عن جماعۃ من السلف (صـ ۲۸)
اور "الدرج المنیفہ" میں فرماتے ہیں:
واما آزر فالارجح کما قال الرازی انه عم ابراهیم
لا ابوہ) وقد سبقه الی ذلك جماعۃ من السلف: (صـ ۱۱)
اور امام ابن ابی حاتم بسند ضعیف سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے
اور ابن ابی شیبہ ابن المنذر، ابن ابی حاتم باسانید صحیحہ، حضرت مجاھد رضی اللہ عنہ
سے اور امام ابن المنذر بسند صحیح ابن جریج سے اور ابن ابی حاتم بسند صحیح
حضرت سدی سے راوی کہ:

لیس آزر بابیه انما
هو ابراهیم بن تارخ.

آزر ابراہیم علیہ السلام کے والد نہیں
ان کے والد تارخ ہی ہیں۔

اور اسکی تائید اس اثر سے ہوتی ہے جسکو امام ابن منذر نے اپنی تفسیر میں صحیح
سند کے ساتھ حضرت سلیمان ابن صرد ابن الجون الخزاعی صحابی متوفی ۹۵ھ سے روایت کیا۔

لما ارادوا ان یلقوا ابراهیم
فی النار جعلوا یجمعون الحطب
حتی ان کانت العجوز

جب نمرود کی جماعت نے ابراہیم
علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا ارادہ کیا
تو لکڑیاں جمع کرنے لگے حتی کہ بوڑھی

لتجمع الحطب. فلما ارادوا
ان يلقوه في النار قال:
حسبي الله ونعم الوكيل.
فلما القوه قال الله: يا نار
كوني بردا وسلاما على
ابراهيم. فقال عم ابراهيم:
من اجلي دفع عنه، فارسل
الله عليه شرارة من النار
فوقعت على قدمه فاحرقته"

عورتیں بھی لکڑیاں اکٹھی کرتی تھیں پھر جب
ان کو آگ میں ڈالنے لگے تو ابراہیم علیہ السلام
نے کہا "مجھے اللہ کافی ہے اور وہ اچھا
کارساز ہے"، تو جب انہوں نے ان کو
آگ میں ڈال دیا تو اللہ تعالے نے فرمایا "
اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی
والی ہو جا" تو ابراہیم علیہ السلام کا چچا
(آزر) بولا کہ میری وجہ سے ابراہیم سے
آگ سے گرمی دور ہوئی ہے۔

پس اللہ تعالے نے آگ کا ایک شعلہ اسکی جانب ارسال فرمایا اور وہ اسکے قدم پر آپڑا تو اسے جلا دیا۔ اس حدیث میں صراحت ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا اور وہ انہیں ایام میں ہلاک ہو گیا جن ایام میں ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا، اور سورت توبہ میں ہے، اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا:

"ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لئے اس وقت استغفار کرنا ترک فرما دیا جب ان پر یہ واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے"

اور احادیث مبارکہ میں یہ صراحت ہے کہ وہ مشرک ہی مرا اور اسکے مرنے کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے اسکے لئے استغفار کرنا چھوڑ دیا، چنانچہ امام ابن ابی حاتم صحیح سند کے ساتھ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں، آپ نے فرمایا:

ما زال ابراهيم عليه السلام
يستغفر لابيه حتى مات، فلما
تبين له انه عدو لله
فلم يستغفر له.

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ
آزر کے لئے اسکی موت تک استغفار
کرتے رہے تو جب ان پر واضح ہوا کہ وہ
اللہ کا دشمن ہے پھر اس کے لئے آپ
نے استغفار نہیں فرمایا۔

اور محمد بن کعب، قتادہ، مجاہد، حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہم اور دیگر اجلہ تابعین سے روایت کی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اسکی زندگی میں اپنے باپ کے

ایمان کی امید رکھتے تھے۔ تو جب وہ ایمان نہ لایا اور مشرک ہی مرا تو آپنے اس کے لئے استغفار کرنا چھوڑ دیا۔ پھر آپ نے آگ میں ڈالے جانے کے واقعہ کے بعد شام کیطرف ہجرت فرمائی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے قرآن کریم میں واضح فرمایا۔ پھر ہجرت سے کچھ مدت بعد آپ مصر میں تشریف لائے۔ اور ایک ظالم بادشاہ کے ساتھ حضرت سارہ کی وجہ سے واقعہ ہوا اور اس نے آپ کو حضرت ہاجرہ ھبہ کی پھر آپ واپس شام میں تشریف لائے پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراھیم علیہ السلام کو مکہ شریف میں حضرت ہاجرہ اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو منتقل کرنے کا حکم فرمایا، تو آپ نے انہیں وہاں منتقل فرما دیا اور یہ دعا فرمائی:

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع سے

ربنا اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب ہ تک

اس حدیث سے واضح ہوا حضرت ابراھیم علیہ السلام نے یہ دعائے مغفرت اپنے والدین کے لئے آزر کے ہلاک ہونے کے طویل عرصہ بعد فرمائی، اس سے ثابت ہوا کہ جس کے کافر ہونے کا قرآن کریم میں ذکر ہے اور اس کے لئے ترکِ استغفار ابراھیم علیہ السلام نے فرمایا وہ حضرت خلیل اللہ کا چچا ہے آپ کا حقیقی باپ نہیں ہے۔

(مسالک الحنفاء صد ۲۸ تا ص ۳۰)

(روح البیان ج ۴ ص ۴۳۰)

اور اسی پر مؤرخین اہل کتاب کا اجماع ہے، کہ آزر حضرت ابراھیم علیہ السلام کا چچا تھا۔ تفسیر مظہری میں ہے:

قد صرح به الشهاب الهیتمی بان اهل الکتاب والتاریخ اجمعوا علی ان آزر عم ابراهیم (ج ۲ ص ۲۵۶)

نیز قاضی ثناء اللہ مظہری ارشاد باری حکایۃ عن ابراھیم علیہ السلام "ربنا اغفرلی ولوالدی" کی تفسیر میں لکھتے ہیں،

هذه الآية تدل علی ان والدیه علیه السلام کانا مسلمین۔ (ج ۵ ص ۹)

کہ یہ آیت حضرت ابراھیم علیہ السلام کے والدین کے مسلمان ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

بعض کتب میں ہے۔ "یہ قول کہ "آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہیں تھا بلکہ چچا تھا، اور یہ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آدم علیہ السلام تک مؤمنین صالحین تھے، ان میں ایک بھی غیر مسلم نہ تھا" شیعوں کا ہے، یہ مذہب اہل سنت کا نہیں ؟

یاد رہے یہ کہنا کہ یہ شیعہ حضرات کا مذہب ہے ہرگز درست نہیں بلکہ یہ اکابر صحابہ وتابعین وائمۂ اسلام اور علماء اہل سنت کے جم غفیر کا مذہب ہے۔

علامہ آلوسی روح المعانی میں لکھتے ہیں :

والذی عول علیہ الجم الغفیر من اهل السنة ان آزر لم یکن والد ابراھیم علیہ السلام وادعوا انه لیس فی آباء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافر اصلا (الی ان قال) والقول بان ذلك قول الشیعة ناشیء من قلة التتبع"

یعنی اہل سنت کے جم غفیر نے جس قول کو معتمد اور معتبر قرار دیا وہ یہ ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کے والد نہیں ہیں اور انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء میں کوئی بھی کافر نہ تھا اور اسے اہل التشیع کا قول قرار دینا قلت تتبع کی بنا پر ہے۔

(روح المعانی ج، ص ۱۶۹)

علامہ محمود آلوسی کی اس عبارت سے واضح ہوا کہ اکثر اہل سنت کا مذہب یہی ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باپ نہیں ہے بلکہ ان کا چچا ہے، اور یہ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلہ میں حضرت عبداللہ سے لیکر حضرت آدم علیہ السلام تک کوئی ایک بھی کافر نہ تھا، اور اسے اہل تشیع کا قول قرار دینا درست نہیں،

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ کا نام مثلی تھا،

امام ابن ابی حاتم سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی کہ:

ان اسم امه مثلی (روح المعانی ج ۷ ص ۱۶۸)

حضرت ابراھیم علیہ السلام کی وفات

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی

وفات حالتِ سجود میں اچانک ہوئی۔ انبیاء میں سے تین کو اچانک موت آئی۔

نمبر۱: وفات ابراہیم علیہ السلام

نمبر۲: حضرت داؤد علیہ السلام

نمبر۳: حضرت سلیمان علیہ السلام

جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات ہوئی۔ اس وقت حضرت اسحاق علیہ السلام کی عمر پچھتر (۷۵) سال تھی،

امام ابن الوردی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں:

وفات ابراھیم ولاسحاق خمس وسبعون سنة

(تتمة المختصر ج ۱ ص۱۸)

اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر نواسی (۸۹) سال تھی، حضرت ابراھیم علیہ السلام کی عمر اکثر علماء کے نزدیک دوسو (۲۰۰) سال تھی اور بعض کے نزدیک ایک سو پچانوے (۱۹۵) سال تھی، (تاریخ الخمیس ج ۱ ص۱۲۷)

اور امام ابن الوردی کے نزدیک حضرت ابراھیم علیہ السلام کی عمر ایک سو پچھتر (۱۷۵) سال تھی "تتمة المختصر فی اخبار البشر" میں ہے:

عاش ابراھیم مائة وخمسا وسبعین" (ج ۱ ص۱۸)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سلسلہ نسب

حضرت ابراھیم علیہ السلام کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔

"ابراھیم بن تارخ بن ناخور بن ساروغ بن ارغو بن فالغ بن شالخ بن قینان بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام"

(تاریخ ابن الوردی ج ۱ ص۱۵)

جب حضرت ابراھیم علیہ السلام پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد حضرت تارخ کی عمر ستر (۷۰) سال تھی،

"تاریخ ابن الوردی" میں ہے:

ولما صار لتارخ سبعون سنة ولدله ابراهیم الخلیل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (ج ۱ ص۱۳)

اور حضرت تارخ رضی اللہ عنہ کی کل عمر دو سو پانچ سال (۲۰۵) تھی۔ اور جب حضرت تارخ کی وفات ہوئی اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک سو پینتیس (۱۳۵) سال تھی، اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر چھتیس (۳۶) سال اور حضرت اسحاق علیہ السلام کی عمر بائیس (۲۲) سال تھی، اور حضرت تارخ کے دو بھائی تھے:

نمبر ۱: آزر نمبر ۲: ہاران: حضرت سارہ کے والد۔ اور امام بکری فرماتے ہیں کہ حضرت تارخ کی عمر دو سو پچاس سال تھی۔ (تاریخ الخمیس: ج ۱ ص۷۰)

اس طرح حضرت تارخ کی وفات کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ایک سو اسی (۱۸۰) سال ہوتی ہے،

اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اکاسی (۸۱) اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کی سرسٹھ (۶۷) سال ہوتی ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام تک

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تمام آباء مومنین وصالحین تھے

حضور سید الانبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء کرام حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے حضرت تارخ رضی اللہ عنہ تک تمام آباء کرام کا مومنین، صالحین، محبوبانِ خدا ہونا ہم نے دلائلِ قاہرہ و براہینِ قاطعہ سے ثابت کر چکے ہیں فللہ الحمد، اور اب ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تمام آباء کرام حضرت تارخ سے حضرت نوح علیہ السلام تک کے مومنین صالحین اور محبوبانِ خدا ہونے پر دلائل لاتے ہیں۔

حدیث شریف میں حضرت ارفخشد سے حضرت تارخ تک تمام آباء کے مومن ہونے کی صراحت ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ومن ولد ارفخشذ الی تارخ ورد التصریح بایمانهم
فی اثر (مسالک الحنفاء ص۲۷)

امام ابن سعد "طبقات" میں بطریق کلبی حضرت ابو صالح سے وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

ان نوحا علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام لما ھبط من السفینۃ ھبط الی قریۃ (وکان معہ ثمانون رجلاً) فبنی کل رجل منھم بیتا فسمیت سوق الثمانین. فغرق بنو قابیل کلھم، وما بین نوح الی آدم من الاباء کانوا علی الاسلام، فلما ضاقت بھم سوق الثمانین تحولوا الی بابل فبنوھا فکثروا بھا حتی بلغوا مائۃ الف وھم علی الاسلام ولم یزالوا علی الاسلام وھم ببابل حتی ملکھم نمرود بن کوش بن کنعان بن حام بن نوح فدعاھم نمرود الی عبادۃ الاوثان ففعلوا"
(طبقات ابن سعد)

کہ حضرت نوح علیہ السلام (طوفان ختم ہونے کے بعد) اسی (۸۰) افراد کے ہمراہ ایک بستی میں اترے تو ہر شخص نے اپنا ایک گھر بنایا تو اس جگہ کا نام سوق الثمانین رکھ دیا گیا۔ اور قابیل کی تمام اولاد طوفان میں غرق ہو گئی۔ اور حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت آدم علیہ السلام تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء دینِ اسلام پر عمل پیرا تھے، پھر جب مقام "سوق الثمانین" ان پر تنگ پڑ گئی تو پھر انہوں نے بابل کا شہر بنایا تو اس وقت ان کی تعداد بڑھتی گئی حتی کہ ایک لاکھ افراد ہو گئے اور وہ سب کے سب دینِ اسلام پر عمل پیرا تھے اور وہ ہمیشہ دینِ اسلام پر ہی قائم رہے، اور وہ بابل شہر میں رہتے تھے یہاں تک کہ نمرود بن کوش بن کنعان بن حام بن نوح ان کا بادشاہ ہوا تو اس نے انہیں بتوں کی پوجا کی دعوت دی پس انہوں نے بتوں کی پوجا شروع کر دی۔

اس حدیث پاک سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہوا کہ حضرت تارخ سے حضرت

نوح علیہ السلام سے حضرت آدم علیہ السلام تک نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباء کرام مومنین صالحین اور محبوبانِ خدا تھے، اور یہ کہ آدم علیہ السلام سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام تک اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تک سب کا ایک ہی دین دینِ اسلام تھا اور کوئی دین نہ تھا یعنی اس سے وحدتِ دین بھی ثابت ہوئی، اسلام کوئی نیا دین نہیں بلکہ یہ دینِ فطرت ہے،

آقائے دوجہاں سرورِ کون ومکاں صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

کل مولود یولد علی الفطرۃ ای علی فطرۃ الاسلام"

ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے، اسی وجہ سے یہ دین نہ کبھی تبدیل ہوا نہ ہوسکتا ہے نہ ہوگا،

ارشادِ ربِ کریم ہے:

"فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ذلك الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔

(سورۃ الروم: ۳۰)

"اللہ کی ڈالی بناء جس پر اس نے تمام لوگوں کو پیدا کیا، اللہ کی بنائی ہوئی چیز تبدیل نہیں ہوسکتی یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے"

لہٰذا اسی ایک دین دینِ اسلام پہ قائم رہو کہ دین صرف یہی ہے اور کوئی نہیں، تو جو دینِ اسلام کا دشمن ہے وہ اپنی فطرت کا دشمن ہے، اور جو اپنی فطرت کا دشمن ہو وہ کسی اور کا خیر خواہ نہیں ہوسکتا، اسی لئے حکم ہوا، ایمان والو! جو لوگ اپنی فطرت کے ہی دشمن ہیں تم انہیں اپنا دوست مت سمجھو وہ تمہارے دوست نہیں ہوسکتے، بلکہ وہ تمہارے بھی دشمن ہی ہیں۔

حضرت تارخ کے والد کا نام ناخور ہے، جب حضرت تارخ پیدا ہوئے تو اس وقت ان کے والد کی عمر بقول امام بکری "ستائیس (۲۷) سال تھی،

چنانچہ تاریخ خمیس میں ہے:

وولد لناخور تارخ بالمثناۃ فوق وفتح الراء بعد ما مضی من عمرہ سبع وعشرون سنۃ (ج ۱ ص۲۲)

اور امام ابن الوردی کے نزدیک ان کی عمر اناسی (۷۹) سال تھی۔
"تتمۃ المختصر فی اخبار البشر" میں ہے:

ولما صار لناخور تسع وسبعون سنة ولد له تارح
(ج ۱ ص ۱۳)

اور حضرت ناخور رضی اللہ عنہ کے والد کا نام شاروغ اور توریت میں ان کا نام سروغ لکھا ہے، جب وہ پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد کی عمر بقول ابن الوردی ایک صد تیس (۱۳۰) سال اور بقول امام بکری تیس (۳۰) سال تھی اور حضرت ساروغ کی پوری عمر تین صد تیس (۳۳۰) برس تھی۔

حضرت ساروغ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حضرت راغو یا ارغو تھا جب حضرت شاروغ پیدا ہوئے اس وقت حضرت ارغو کی عمر بتیس (۳۲) یا دو سو بتیس (۲۳۲) برس تھی، اور حضرت ارغو کی پوری عمر دو سو انتالیس (۲۳۹) یا تین صد انتالیس (۳۳۹) سال تھی، توریت میں ان کا نام سرور لکھا ہے۔

حضرت ارغو رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حضرت فالغ رضی اللہ عنہ تھا جب حضرت ارغو پیدا ہوئے، اس وقت ان کے والد کی عمر تیس (۳۰) یا ایک صد تیس (۱۳۰) سال تھی، اور جس زمانہ میں حضرت ارغو پیدا ہوئے اسی زمانہ میں بنو نوح (حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد) کئی قبائل ہوئے اور مختلف علاقوں میں آباد ہوئے اور مختلف زبانیں بولنے لگے، اور اس وقت طوفانِ نوح کو چھ صد ستر (۶۷۰) سال ہو چکے تھے، اس سے قبل سب کی زبان ایک ہی تھی یعنی عربی زبان تھی، حضرت فالغ کی پوری عمر تین صد انتالیس (۳۳۹) برس تھی۔ حضرت فالغ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام میشا صا تھا اور حضرت فالغ رضی اللہ عنہ کے ایک بھائی تھے ان کا نام قحطان تھا، حضرت فالغ کے والد کا نام حضرت عابر تھا بقولِ بعض حضرت عابر ہود علیہ السلام کا نام ہے، اور وہی حضرت فالغ کے والد ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی طرف مبعوث فرمایا، اور قوم عاد، عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح کی اولاد تھے، اور عاد کے دو بیٹے تھے ثمود، وجدیس اور طسم، عملاق، امیم لاود بن سام بن نوح کی اولاد تھے، اور وہ سب عربی تھے، اور بنو عاد بہت طویل القامت لوگ تھے حتی کہ انمیں سب سے چھوٹا شخص ساٹھ ہاتھ کا ہوتا اور سب سے بڑے آدمی کا قد ایک

سو ہاتھ ہوتا تھا اور وہ احقاف یعنی مقام عالج، وصنعاء اور مدین، یں عمان اور حضرموت کے درمیان رہتے تھے، اور وہ بتوں کے پوجاری تھے، ان کے بتوں کے نام، نمبر ۱: صدا نمبر ۲: صمودا نمبر ۳: ہبا تھا:

جب حضرت ہود علیہ السلام ان کی طرف مبعوث ہوئے اور انہیں بتوں کی پوجا سے منع کیا تو انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام کو جھٹلایا، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا عذاب نازل فرمایا اور وہ تباہ و برباد ہوگئے، اور حضرت ہود علیہ السلام اور جو لوگ ان پر ایمان لائے تھے اللہ نے انہیں نجات عطا فرمائی اور وہ اس کے بعد مکہ شریف چلے آئے اور پھر وہیں رہے۔ اور مقام ابراھیم کی جگہ حضرت ہود علیہ السلام مدفون ہوئے اور بقول بعض حضرموت میں مدفون ہوئے۔ حضرت ہود علیہ السلام کی پوری عمر ایک صد پچاس (۱۵۰) یا چار سو چونسٹھ (۴۶۴) برس تھی، قوم عاد کے تباہ ہونے کے بعد پچاس سال دنیا میں جلوہ گر رہے، جب حضرت ہود (عابر) علیہ السلام کی عمر ایک سو چونتیس (۱۳۴) سال ہوئی تو اس وقت حضرت فالغ پیدا ہوئے،

حضرت عابر علیہ السلام کے والد کا نام حضرت شالخ رضی اللہ عنہ تھا، حضرت عابر جب پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد کی عمر ایک سو تیس (۱۳۰) سال تھی، اور بقول بعض صرف تیس برس (۳۰) تھی اور حضرت شالخ رضی اللہ عنہ کی پوری عمر چار سو چونتیس (۴۳۴) یا چار سو چونسٹھ (۴۶۴) یا چار صد ساٹھ (۴۶۰) برس تھی، جب حضرت شالخ پیدا ہوئے اس وقت حضرت نوح علیہ السلام کی عمر چھ سو انہتر (۶۶۹) سال تھی،

حضرت شالخ کی والدہ کا نام مرجانہ تھا، اور شالخ کا غیر رسول (نبی) ہے، امام ابن الوردی کے نزدیک حضرت شالخ کی ولادت طوفان کے دو سو چھہتر (۲۷۶) سال بعد ہوئی اور طوفان کے تین سو پچاس (۳۵۰) سال بعد حضرت نوح علیہ السلام کی وفات ہوئی، اس وقت حضرت شالخ کی عمر چوہتر (۷۴) سال تھی، اور حضرت نوح علیہ السلام کی پوری عمر نو صد پچاس (۹۵۰) سال تھی، اس طرح جب حضرت شالخ پیدا ہوئے تو اس وقت حضرت نوح علیہ السلام کی عمر آٹھ صد چھہتر (۸۷۶) برس تھی،

حضرت شالخ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حضرت قینان رضی اللہ عنہ تھا، جب حضرت شالخ پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد کی عمر ایک صد انتالیس (۱۳۹) سال تھی، اور حضرت قینان کی پوری عمر چار صد تیس (۴۳۰) سال تھی۔ حضرت قینان

طوفانِ نوح کے ایک سو چونتیس سال بعد پیدا ہوئے۔
حضرت قینان رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حضرت ارفخشد رضی اللہ عنہ تھا۔ ارفخشد کا معنی ہے۔ مصباح مضیئ (روشن چراغ) جب حضرت قینان پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد کی عمر ایک سو پینتیس (۱۳۵) سال تھی۔ اور حضرت ارفخشد کی پوری عمر چار صد پینسٹھ (۴۶۵) سال تھی۔ اور بقول بعض ان کی عمر (۴۳۸) چار صد اڑتیس سال تھی۔

حضرت ارفخشد کے مومن ہونے کی حدیث میں صراحت ہے، امام ابن عبدالحکم نے "تاریخ مصر" میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی اور اس حدیث میں یہ لفظ ہیں:

انه ادرك جده نوحا وانه دعاله ان يجعل الله الملك والنبوة في ولده:

یعنی حضرت ارفخشد نے اپنے جدامجد حضرت نوح علیہ السلام کی زیارت کی اور حضرت نوح علیہ السلام نے ان کے حق میں دعا فرمائی کہ اے اللہ میرے اس بیٹے کی اولاد کے نصیب میں نبوت اور زمین کی بادشاہت کر دے۔

(مسالک الحنفا۔ ص ۲۷)

حضرت ارفخشد رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حضرت سام علیہ السلام ہے۔ حضرت سام علیہ السلام کا مومن ہونا باجماعِ اُمت اور قرآن کریم کی نص قطعی سے ثابت ہے۔ کیونکہ وہ اپنے والد حضرت نوح علیہ السلام کے ہمراہ کشتی میں رہے اور طوفان سے نجات پائی اور کشتی نوح میں صرف ایمان والے ہی تھے، بلکہ حدیث پاک میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت سام علیہ السلام نبی تھے،
اس حدیث کو امام ابن سعد نے "طبقات" میں اور زبیر بن بکار نے "الموفقیات" میں اور امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت کلبی رح سے روایت کیا۔

(مسالک الحنفا۔ ص ۲۷)

جب حضرت ارفخشد پیدا ہوئے اس وقت حضرت سام علیہ السلام کی عمر ایک سو ساٹھ (۱۶۰) سال تھی، حضرت ارفخشد رضی اللہ عنہ کے چار بھائی تھے:
نمبر ۱: ارم نمبر ۲: اسوذ نمبر ۳: عویلم نمبر ۴: لاوذ
اور عرب، فارس، یمن، روم، عاد، ثمود، طسم، جدیس، سب کے

سب حضرت سام کی اولاد ہیں حضرت سام علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے قائم مقام تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے انہیں اپنا وصی اور ولی عہد بنایا تھا،

حضرت سام علیہ السلام کی اولاد زمین کے وسط میں یعنی حرم شریف میں اور اسکے ارد گرد یمن سے عمان تک اور اسمیں بیت المقدس اور دریا نیل، فرات، دجلہ، سیحون بھی شامل ہیں، رہائش پذیر ہوئے، اور حضرت سام نے مسجد اقصیٰ کی بنیاد رکھی اور آپ کا دارالحکومت بھی وہی جگہ تھی، حضرت سام کی پوری عمر چھ سو (۶۰۰) سال تھی۔

اور حضرت سام علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے سب سے بڑے بیٹے تھے، ان کی والدہ کا نام حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا تھا اور بعض کے نزدیک حضرت سام کی والدہ کا نام عمورۃ رضی اللہ عنہا تھا اور وہ پاک سیرت، مومنہ صالحہ تھیں،

تاریخ خمیس میں ہے:

"فتزوج نوح عمورة وكانت من الصالحات القانتات فولدت له ساما۔"

حضرت سام طوفان سے اٹھانوے (۹۸) سال قبل پیدا ہوئے، اس وقت حضرت نوح علیہ السلام کی عمر پانچ سو (۵۰۰) سال تھی۔ اور عرب و عجم کے تمام انبیاء علیہم السلام حضرت سام بن نوح کی اولاد سے ہیں،

امام بغوی فرماتے ہیں:

"ومن ولده الانبياء كلهم عربهم وعجمهم"۔

حضرت سام علیہ السلام کے تین بھائی تھے:

نمبر ۱: یافث۔ حضرت یافث کی اولاد سے ترک، یاجوج ماجوج، خوز، صقالبہ، ترمان، ہیں، اور وہ روم کے شمال میں اور چین میں اور اسکے ارد گرد رہائش پذیر ہوئے۔

نمبر ۲: حام: ان کی اولاد سے سوڈانی (حبشہ، زنج، نوبہ، فرنج قبطی) ہیں۔

نمبر ۳: یام: اور اسکو کنعان بھی کہا جاتا ہے، اور وہ حضرت نوح علیہ السلام کی زوجہ جن کا نام واغلہ تھا، کا بیٹا تھا وہ اور اسکی ماں دونوں کافر تھے اور وہ دونوں طوفان میں غرق ہو گئے، اور انکی اولاد بھی ساری غرق ہو گئی اسکی نسل کا کوئی

فرد باقی نہ رہا۔

حضرت سام علیہ السلام کے والد گرامی حضرت نوح علیہ السلام ہیں، آپ کا لقب آدم ثانی ہے کیونکہ تمام بنی نوع انسان حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں،

حضرت نوح علیہ السلام اہل ارض کی جانب اللہ کی طرف سے مبعوث کئے ہوئے سب سے پہلے رسول ہیں،

(تاریخ خمیس ج ۱ ص۔۔ ، تتمۃ المختصر فی اخبار البشر ج ۱ ص۔۔)

حضرت نوح علیہ السلام کے اصل نام میں علماء کا اختلاف ہے، امام قشیری نے ان کا نام یشکر، حیات الحیوان میں ان کا نام عبد الجبار، الانس الجلیل میں ان کا نام عبد الغفار، ذکر کیا ہے۔ اور نوح آپ کو اس لئے کہا جاتا تھا کہ ایک بار آپ نے کتے کو فرمایا اللہ نے تجھے کتنا وحشی بنا دیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ اے عبد الغفار تم اسکو اچھا بنا دو بس اسی وجہ سے اسقدر روئے کہ اللہ تعالیٰ نے پھر وحی فرمائی اور فرمایا اے نوح کتنا روؤ گے بس کرو، تو بہت رونے کی وجہ سے آپ کو نوح کہا جاتا تھا، اور آپ تین سو سال تک روتے رہے اور بعض نے آپ کے رونے کی یہ وجہ بیان کی کہ آپ اپنی امت کیلئے استغفار کرتے ہوئے بہت روتے تھے، حضرت نوح علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا، اس وقت انکی عمر چار صد اسی (۴۸۰) سال تھی اور آپ نے ایک سو بیس سال (۱۲۰) دینِ اسلام کی تبلیغ فرمائی اور بہت تھوڑے لوگ مسلمان ہوئے پھر آپ نے ان کے خلاف طوفان کی دعا فرمائی اس وقت ان کی عمر چھ صد (۶۰۰) سال تھی، اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے قابیل بن آدم کی اولاد اور حضرت شیث علیہ السلام کی نسل کے جو لوگ قابیل کی اولاد سے مل گئے تھے ان کی طرف مبعوث فرمایا، وہ سب کفار تھے،

کشتئ نوح علیہ السلام

جب حضرت نوح علیہ السلام نے طوفان کے لئے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ حکم فرمایا کہ ایک کشتی بناؤ اور اسمیں اولاد اور دیگر ایمان والوں کو سوار کرنا، اس طرح میں تمہیں طوفان سے نجات عطا فرماؤں گا، تو حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی بنائی وہ چھ سو ساٹھ (۶۶۰) ہاتھ لمبی اور تین سو تیس (۳۳۰) ہاتھ چوڑی اور بتیس (۳۲) ہاتھ اونچی تھی، اور اسکے ایک لاکھ چوبیس ہزار تختے تھے، ہر تختہ پر ہر ایک نبی کا

نام لکھا ہوا تھا، پہلے تختے پر حضرت آدم، دُوسرے پر حضرت شیث، تیسرے پر حضرت ادریس، چوتھے پر حضرت نوح ، پانچویں پر حضرت ہود، چھٹے پر حضرت صالح، ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہم السلام اسی طرح تمام انبیاءِ کرام کے اسماء گرامی اور آخری تختہ پر حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مقدس تھا، جب کشتی تیار ہوگئی تو اللہ تعالے نے ان کی طرف وحی کی کہ اے نوح ابھی یہ کشتی نامکمل ہے، اسمیں چار تختے اور شامل کرو اور دریائے نیل میں بہت لمبا درخت ہے اسے کاٹ کر اس سے وہ تختے بناؤ حضرت نوح علیہ السلام نے عوج بن عنق کو بھیجا اور وہ اس درخت کو کاٹ لایا اور نوح علیہ السلام نے اسکے چار تختے بنائے اور اپنی کشتی کو مکمل کیا انمیں پہلے تختہ پر حضرت ابوبکر صدیق، دوسرے پر حضرت عمر فاروق، تیسرے پر حضرت عثمان غنی چوتھے پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہم لکھا تھا: حضرت نوح علیہ السلام نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا اے جبرائیل یہ چار کون ہیں؟ جبرئیل نے کہا یہ چار محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء کے اصحاب ہیں انکی امت کے اقطاب ہیں جیسے آپ کی کشتی ان چار تختوں کے بغیر مکمل نہیں ہوئی ایسے ہی محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ان چار شخصیتوں کے بغیر مکمل نہیں ہوگی۔“

(تاریخ الخمیس ج ا صفحہ ۶۹)

حضرت نوح علیہ السلام کا نسب

حضرت نُوح علیہ السلام کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے:-

”نوح بن لامخ بن متوشلخ بن اخنوخ بن یزد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہ السّلام“

بعض نے حضرت نُوح علیہ السلام کے والد کا نام لمک ذکر کیا ہے، اور بعض نے لامک ذکر کیا ہے جب حضرت نوح علیہ السلام پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد کی عُمر پانچ صد پچانوے (۵۹۵) سال تھی، اور حضرت آدم علیہ والسلام کی وفات کو ایک سو چھبیس (۱۲۶) برس ہو چکے تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی والدہ کا نام اصح روایت کے مطابق شمخاء بنت انوش اور بقول بعض قینوش ابنہ مراکیل بن فخویل یا مراکیل بن مخاویل یا مخاویل بن اخنوخ ہے۔

تاریخ خمیس میں بحوالہ معالم التنزیل اور انوار التنزیل، امام بغوی لکھتے ہیں،

كان لمك وشمخاء ابو نوح مومنين (ج ۱ ص ۶۸)

یعنی حضرت نوح علیہ السلام کے والدین، لمک و شمخاء، دونوں مومن تھے،

اور تاریخ ابن الوردی میں ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کی ولادت ہوئی اس وقت ان کے والد کی عمر ایک سو اٹھاسی (۱۸۸) سال تھی، اور حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اترے ایک ہزار چھ صد بیالیس (۱۶۴۲) سال ہو چکے تھے، اور جب حضرت نوح علیہ السلام کی عمر چونتیس (۳۴) سال ہوئی، اس وقت حضرت مہلائل بن قینان نے آٹھ صد پچانوے سال (۸۹۵) کی عمر میں وفات پائی اور جب حضرت نوح علیہ السلام کی عمر دو سو چھیاسٹھ (۲۶۶) برس ہوئی تو اس وقت یرد بن مہلائیل نے نو سو باسٹھ (۹۶۲) سال کی عمر میں وفات پائی، اور حضرت نوح علیہ السلام کے پردادا حضرت اخنوخ یعنی حضرت ادریس علیہ السلام جب آسمانوں پر اٹھائے گئے اس وقت ان کی عمر تین سو پینسٹھ (۳۶۵) سال تھی، اور حضرت لامخ کی عمر تیرہ (۱۳) برس تھی اور یہ واقعہ حضرت نوح علیہ السلام کی ولادت سے ایک سو پچھتر (۱۷۵) سال قبل ہوا، اور حضرت نوح علیہ السلام کے دادا حضرت متوشلح بن اخنوخ کی وفات طوفان کے ابتدائی ایام میں ہوئی، اس وقت ان کی عمر نو صد انہتر (۹۶۹) سال تھی (ج ۱ ص ۱۰ و ص ۱۱)

اور حضرت لامخ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حضرت متوشلح رضی اللہ عنہ ہے، حضرت متوشلح رضی اللہ عنہ جب پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد حضرت اخنوخ (ادریس) علیہ السلام کی عمر ایک سو پینسٹھ (۱۶۵) سال تھی، اور حضرت متوشلح کی والدہ کا نام ھدانہ یا ادانہ یا روحا ہے، جب حضرت ادریس علیہ السلام کا ان سے نکاح ہوا، اس وقت ان کی عمر پینسٹھ (۶۵) برس تھی، حضرت متوشلح رضی اللہ عنہ اپنے والد کے نقش قدم پر تھے، اور آپ نے سب سے پہلے ہاتھی پر سواری کی۔

(تاریخ خمیس ج ۱ ص ۶۷ ابن الوردی ج ۱ ص ۱۰)

حضرت لامخ جب پیدا ہوئے اس وقت حضرت متوشلح رضی اللہ عنہ کی عمر ایک سو سترسٹھ (۱۶۷) سال تھی۔

حضرت متوشلح رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حضرت اخنوخ (ادریس علیہ السلام) ہے، حضرت اخنوخ نبی تھے، اور وہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں پیدا ہوئے اور بقولِ بعض حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے ایک سو ساٹھ (۱۶۰) سال بعد پیدا ہوئے اور جمہور کے نزدیک دو صد سال (۲۰۰) بعد پیدا ہوئے۔

جب حضرت ادریس علیہ السلام کی عمر بیس (۲۰) سال ہوئی تو اس وقت حضرت شیث علیہ السلام کی وفات ہوئی اور حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اترے ایک ہزار ایک صد بیالیس (۱۱۴۲) سال ہو چکے تھے،

حضرت شیث علیہ السلام کی عمر نو سو بارہ (۹۱۲) سال تھی۔

(ابن الوردی ج ۱ صفحہ ۱)

حضرت ادریس علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت پر عمل پیرا تھے، اور سب سے پہلے سِلے ہوئے کپڑے آپ نے پہنے اور کپڑے سینے کا کام آپ نے ہی شروع فرمایا اور سب سے پہلے قلم سے لکھنا بھی آپ نے شروع کیا، اللہ تعالیٰ نے آپ پر تیس (۳۰) صحیفے نازل فرمائے، اور آپ پر چار مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے، نیز علم نجوم اور علم الحساب (ریاضی) کے بانی بھی آپ ہیں۔

یونانی حکماء آپ کو ہرمس الحکیم کہتے ہیں"

اور سب سے پہلے اسلحہ آپ نے تیار کرنا شروع کیا۔ اور کفار (اولادِ قابیل) کے خلاف جہاد کرتے تھے، حضرت ادریس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر اٹھا لیا اور اس وقت ان کی عمر تین سو پینسٹھ (۳۶۵) برس تھی اور آپ زندہ ہیں۔

چار نبی زندہ ہیں

چار نبی زندہ ہیں، دو زمین میں:

نمبر ۱: حضرت خضر علیہ السلام

نمبر ۲: حضرت الیاس علیہ السلام

اور دو آسمانوں میں:

نمبر ۱: حضرت عیسیٰ علیہ السلام

نمبر ۲: حضرت ادریس علیہ السلام

حضرتِ ادریس علیہ السلام کی والدہ کا نام اغثوث یا بزورہ تھا۔

(تاریخِ خمیس ج ۱ ص ۶۵، ۶۶، ۶۷)

(حضرت اخنوخ (ادریس) علیہ السلام کے والد کا نام یَرد رضی اللہ عنہ ہے،
جب حضرت یرد پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد کی عمر ایک سو پینسٹھ (۱۶۵) سال تھی۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کی عمر چار صد ساٹھ (۴۶۰) سال تھی،
ان کے والد نے انہیں اپنا وصی بنایا تھا،

امام دیار بکری رح فرماتے ہیں:

"وکان ھو الخلف ثم بوصیۃ ابیہ" (تاریخ خمیس ج ۱ ص ۶۵)

حضرت یرد کے والد کا نام حضرت مہلائیل رضی اللہ عنہ ہے۔ مہلائیل کا معنی ممدح (تعریف کیا ہوا یا تعریف کرنے والا) ہے،

زمین پر پہلے دو شہر

کائناتِ ارضی پر حضرت اخنوخ (ادریس) علیہ السلام کے دادا حضرت مہلائیل نے بابل کا شہر عراق میں اور بلد سوس خوزستان میں بنایا، یہی دو شہر سب سے پہلے بنائے گئے۔ اور آپ نے معادن کا استخراج کیا اور اپنے دور کے لوگوں کو مسجدیں بنانے کا حکم فرمایا۔ اور مزامیر وغیرہ آلات لہو بھی آپ کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔

قابیل بن آدم کی اولاد کے ایک شخص توبال نامی نے مزامیر، طنبور، طبلے وغیرہ آلات لہو بنائے،

حضرت مہلائیل نے زراعت وغیرہ کی ترغیب دی اور اعمال صالحہ کا حکم فرمایا:

(تاریخ خمیس ج ۱ ص ۶۴)

تاریخ ابن الوردی میں ہے کہ حضرت مہلائیل کی عمر ایک سو پینتیس (۱۳۵) برس ہوئی تو آدم علیہ السلام کی وفات ہوئی اور اس وقت بنی آدم کی تعداد چالیس ہزار تھی،

(ج ۱ ص ۱۰)

جب حضرت مہلائیل پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد کی عمر ایک سو ستر (۱۷۰) سال تھی۔

حضرت مہلائیل رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حضرت قینان رضی اللہ عنہ ہے،

حضرت قینان جب پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد کی عمر نوے (۹۰) برس تھی، حضرت قینان کی والدہ کا نام نعمۃ بنت شیث بن آدم علیہ السلام ہے۔

حضرت قینان رضی اللہ عنہ کے والد کا نام انوشں بن شیث علیہ السلام ہے،

حضرت انوشں رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام محوالیۃ بنت آدم علیہ السلام ہے۔

اور وہ حضرت حوا علیہا السلام کی نہایت حسینہ و جمیلہ بیٹی تھیں۔ ان کا نکاح خود رب کائنات نے فرمایا اور خطبۂ نکاح تمام فرشتوں کی موجودگی میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پڑھا، حضرت انوشں رضی اللہ عنہ اپنے والد کے وصی تھے۔

جب حضرت انوشں پیدا ہوئے اس وقت ان کے والد کی عمر چھ سو پانچ (۶۰۵) برس تھی، انوشں کا معنی صادق ہے۔

حضرت انوشں رضی اللہ عنہ کے والد کا نام حضرت شیث علیہ السلام ہے۔

ولادتِ حضرت شیث علیہ السلام

حضرت شیث علیہ السلام کی ولادت حضرت ہابیل کے قتل ہونے کے پانچ سال بعد ہوئی، اس وقت حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال تھی،

حضرت شیث علیہ السلام شکل و صورت کے لحاظ سے حضرت آدم علیہ السلام کے مشابہ تھے اور اولادِ آدم میں سب سے زیادہ حسین و جمیل اور سب سے افضل اور آدم علیہ السلام کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔

حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت انہیں لیل و نہار کی ساعات اور ہر ساعت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض کردہ عبادت کی تعلیم فرمائی، اور انہیں اپنا وصی مقرر کیا اور آپ کو طوفانِ نوح کی خبر دی، آپ پر پچاس (۵۰) صحیفے نازل ہوئے،

ھبوطِ آدم کے ایک ہزار ایک سو بیالیس (۱۱۴۲) سال بعد آپ کی رحلت ہوئی۔ اور جبل ابی قبیس میں مدفون ہوئے،

"شیث" کا معنی ہے: ھبۃ اللہ یا عطیۃ اللہ،

حضرت شیث علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت حوا علیہا السلام اور آپ کے والد مکرم حضرت آدم ابوالبشر علیہ السلام ہیں:

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام کے متعلق کچھ تفصیل سے لکھنے کی ضرورت نہیں، صرف اتنا لکھنا ضروری سمجھتے ہیں کہ حضرت آدم و حضرت حوا علیہما السلام کی عمر کتنی تھی اور آپ کہاں مدفون ہیں؟

حضرت آدم ابو البشر اور حضرت حوا علیہما السلام کی عمریں اور مدفن

حضرت آدم علیہ السلام کی عمر شریف نو سو ساٹھ یا نو سو تیس (۹۶۰/۹۳۰) سال تھی اور

حضرت آدم علیہ السلام کی عمر حضرت حوا سے ایک سال زیادہ تھی

حضرت آدم علیہ السلام کے مدفون ہونے کی جگہ میں اختلاف ہے،

ایک روایت یہ ہے:

"کہ آپ گیارہ دن مریض رہے اور پھر جمعہ کے دن مکہ شریف میں آپ کی وفات ہوئی اور فرشتوں نے آپ کو غسل دیا اور حنوط لگائی، طاق کپڑوں میں کفن دیا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور تمام فرشتوں نے اور بنی آدم نے ان کی اقتداء کی"

"اور ایک روایت کے مطابق حضرت شیث علیہ السلام بحکم جبرئیل علیہ السلام آپ کی نماز پڑھائی اور آپ کی قبر کھدوائی اور لحد بنوائی اور آپ کو دفن کیا اور پھر فرشتوں نے بنی آدم سے کہا: ھذہ سنتکم، یہ تمہارے لئے سنت ہے،

بعض کے نزدیک آپ کی قبر جبل ابی قبیس کے غار الکنز میں ہے،

اور بقول سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما ھند کے پہاڑ نود میں ہے۔

اور بقول بعض سراندیپ میں ہے۔ اور حضرت حوا علیہا السلام کی وفات آدم علیہ السلام کے ایک سال بعد ہوئی اور دونوں کی قبر ایک جگہ ہے،

طوفان نوح تک سراندیپ میں مدفون رہے جب طوفان آیا تو حضرت نوح علیہ السلام نے انہیں نکال کر ایک تابوت میں ڈال کر دونوں کو مسجد خیف میں دفن کیا۔

(تاریخ الخمیس ج ۱ صفحہ ۶۳،۶۲)

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب مبارک ہے اور آپ کے نسب مبارک میں کوئی بھی غیر مسلم

تھا الحمد للہ ہم نے یہ مسئلہ دلائل سے بخوبی واضح کر دیا ہے۔ طالبانِ حق کے لیے اسی قدر کافی ہے۔

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب شریف کے بعد آخر میں ایک سوال کا جواب۔ اور اس کے بعد امہات نبوی کی کچھ تفصیل پیش خدمت کرتے ہیں نیز یہ کہ انبیاء علیہم السلام کی امہات تمام مومنہ تھیں، فللہ الحمد،

حدیث ان ابی و اباک فی النار کا جواب

سوال: "مسلم شریف میں ایک حدیث حماد بن سلمہ سے مروی ہے کہ ایک شخص سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ اس نے حضور علیہ السلام سے اپنے والد کے متعلق پوچھا جو کہ فوت ہو چکا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرا اور تمہارا باپ دونوں جہنم میں ہیں"۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد مومن نہیں ہیں۔ اگر مومن ہوتے تو جہنم میں کیسے جاتے؟

الجواب:

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث معلل ہے، قابل حجت نہیں ہے۔ حدیث کے معلل ہونے کی وجوہات:

(۱) اس حدیث کو امام مسلم نے اور امام ابو داؤد نے بطریق حماد ابن سلمہ حضرت ثابت سے وہ حضرت انس سے روایت کرتے ہیں:

حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

" ان رجلا قال یا رسول اللہ این ابی؟ قال فی النار فلما قفا دعاہ فقال ان ابی و اباک فی النار"

" یعنی ایک شخص نے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ میرا باپ کہاں ہے؟ (جنت میں یا دوزخ میں) آپ نے ارشاد فرمایا وہ جہنم میں ہے، جب وہ پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو آپ نے اسکو بلایا اور فرمایا بلاشبہ میرا باپ اور تیرا باپ جہنم میں ہیں۔"

یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جن میں امام مسلم، امام بخاری سے متفرد ہوئے ہیں اور اس حدیث کی سند پر محدثین نے کلام کی ہے۔

نمبرا: اس حدیث کی سند میں دو راوی حضرت حماد ابن سلمہ اور حضرت ثابت، دونوں پر ائمہ جرح و تعدیل نے جرح فرمائی۔ چنانچہ امام ابن عدی الکامل فی الضعفاء میں لکھتے ہیں کہ حضرت ثابت ضعیف راوی ہیں اور ان سے مروی احادیث میں ایسی احادیث بھی ہیں جن میں نکارت پائی جاتی ہے۔

نمبر۲: حضرت حماد ابن سلمہ اگرچہ جلیل القدر امام، عابد عالم تھے۔ مگر اسکے باوجود محدثین کی ایک جماعت نے کلام کیا ہے۔ اور امام بخاری نے ان کے متعلق سکوت فرمایا اور اپنی صحیح میں ان سے کوئی روایت نہیں کی، اور امام حاکم اپنی کتاب "المدخل الی الصحیح" میں لکھتے ہیں کہ امام مسلم نے حضرت حماد ابن سلمہ سے اصول میں کوئی روایت نہیں نقل کی، سوائے مذکورہ حدیث کے۔

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ حماد ثقہ ہیں لیکن ان سے مروی احادیث بہت سی منکر ہیں۔ اور ان کا حافظہ کمزور تھا۔

اب ہم وہ احادیث شواہد کے طور پر لاتے ہیں جو حضرت حماد ابن سلمہ سے مروی ہیں اور وہ منکر احادیث ہیں۔

(۱) حضرت حماد ابن سلمہ نے حضرت ثابت سے انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۱۴۳ فلما تجلی ربہ للجبل تلاوت فرمائی، اور اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی خنصر انگلی کا ایک کنارہ نکالا، اور اسے اپنے ابہام پر

مارا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا۔ اس حدیث کو امام احمد، امام ترمذی اور امام حاکم نے روایت کیا اور فرمایا کہ امام مسلم کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے اور امام ابن جوزی نے ارشاد فرمایا کہ یہ حدیث موضوع ہے ثابت نہیں ہے اور منکر ہے اور یہ ان روایات میں سے ہے جو امام حماد ابن سلمہ کی کتب میں روایاتِ موضوعہ پائی جاتی ہیں۔ حدیث کے اصل لفظ یہ ہیں:

این ابی قال فی النار، قال فاین ابوک قال حیث مررت بقبر کافر فبشرہ فی النار۔

امام سیوطی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں،

ھذا حدیث صحیح (التعظیم والمنۃ ص۲۲)

ترجمہ:-

"ایک اعرابی حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ میرا باپ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا جہنم میں۔ اس نے کہا تو آپ کا باپ کہاں ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب تو کسی کافر کی قبر سے گزرے تو اُسے جہنم کی بشارت دے دو۔"

اس سے پتہ چلا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سائل کے مرتد ہونے کے خدشہ کی وجہ سے ایسا جواب دیا جس میں توریہ تھا، اور اس میں یہ وضاحت نہیں تھی کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے والد بھی اس کے والد کے ساتھ جہنم میں ہیں۔ راوی کو اس سے وہم ہوا اور اس نے اپنی سمجھ کے مطابق حدیث کو بالمعنی روایت کر دیا۔

ان دو علتوں کی وجہ سے یہ حدیث ان ابی وا باک فی النار، معلل ہے اور قابلِ حجت نہیں ہے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے مؤمنہ ہونے کی دلیل

امام ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں بسندِ امام زہری اُم سماعہ بنت ابی رھم سے روایت کی کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا حالتِ مرض میں تھیں اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

ان کے سرہانے جلوہ افروز تھے، حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے چہرۂ انور کی طرف دیکھا اور یہ اشعار پڑھے:

بارك فيك الله من غلام
يا ابن الذى من حومة الحمام
نجا بعون الملك المنعام
فودى غداة الضرب بالسهام
بمائة من ابل سوام
ان صح ما ابصرت فى المنام
فانت مبعوث الى الانام
من عند ذى الجلال والاكرام
تبعث فى الحل والحرام
تبعث بالتحقيق والاسلام
دين ابيك البر ابراهام
فالله ينهاك عن الاصنام
ان لا تواليها مع الاقوام

اس کے بعد حضرت آمنہ نے کہا، ہر جاندار کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور ہر نئی چیز کو پرانا ہونا ہے، اور میں اس جہانِ فانی سے رخصت ہونے والی ہوں اور میری یاد باقی رہے گی کیونکہ میرے بطن سے جو بچہ پیدا ہوا وہ پوری خلق سے بہتر اور طیب طاہر ہے، پھر انکا انتقال ہوگیا، راوی کہتے ہیں کہ ہم نے جنوں کا آپ کی وفات پر نوحہ سنا اور وہ یہ کہہ رہے تھے،

نبكى الفتاة البرة الامينة
ذات الجمال العفة الرزينة
زوجة عبد الله والقرينة
ام نبى الله ذى السكينة
وصاحب المنبر فى المدينة
صارت لدى حفرتها رهينة

سابقہ اشعار میں بتوں کی پوجا سے نہی ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کا اعتراف اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا اقرار موجود ہے ، اور وہ الفاظ شرک وکفر کے منافی ہیں ۔ لہذا ثابت ہوا کہ حضرت آمنہ مومنہ تھیں ۔ بلکہ تمام انبیاء کی امہات مومنات صالحات ہی تھیں ۔

امام جلال الدین سیوطی ؒ مسالک الحنفا میں لکھتے ہیں ۔

انی استقرأت امہات الانبیاء فوجدتہن مومنات ، فام اسحٰق وموسیٰ وھارون وعیسیٰ وحواء ام شیث علیہ السلام مذکورات فی القرآن بل قیل بنبوتہن وورودت الاحادیث بایمان ھاجرام اسماعیل وام یعقوب وامہات اولادہ وام داؤد وسلیمان وزکریاء ویحییٰ وشموبل وشمعون وذی الکفل علیہم السلام ورجحہ ابن حبان فی تفسیرہ (الی ان قال) فامہات الانبیاء الذین من بنی اسرائیل کلھن مومنات (الی ان قال) وبقی ام ھود ، وصالح ولوط وشعیب علیہم السلام یحتاج الی نقل اودلیل والظاہر ان شاء اللہ ایمانہن فکذلک ام النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وکان السر فی ذلک مایرینہ من النور (ص۴۳)

اور "التعظیم والمنۃ" میں فرماتے ہیں ۔

قد تأملت بالاستقراء فوجدت جمیع امہات الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مومنات ، فلابدان تکون ام النبی صلی اللہ علیہ وسلم کذلک (ص۲۴)

○

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو کافر سمجھنے والا ملعون ہے

امام جلال الدین سیوطیؒ "مسالک الحنفاء" میں فرماتے ہیں:

سئل القاضی ابوبکر ابن العربی احد الائمۃ المالکیۃ عن رجل قال: ان آباء النبی فی النار، فاجاب بان من قال ذلک فہو ملعون لقولہ تعالیٰ ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ، قال ولا اذی اعظم من ان یقال عن ابیہ انہ فی النار (ص)

یعنی امام المالکیہ قاضی ابوبکر ابن العربی سے اس شخص سے متعلق سوال ہوا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء کرام کے متعلق یہ کہے کہ وہ دوزخی ہیں۔ آپ نے فرمایا، وہ شخص جو ایسا کہے ملعون ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"جو لوگ اللہ اور اسکے رسول کو ایذاء پہنچائیں ان پر دنیا وآخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور اللہ نے ان کے لئے عذاب مہین تیار کر رکھا ہے"،

اور اس سے بڑی ایذاء اور کیا ہو سکتی ہے کہ حضور کے والدین کے بارے میں کہا جائے کہ وہ جہنمی ہیں۔

اور امام ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں بطریق عبد اللہ بن یونس روایت کرتے ہیں، حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس ایک کاتب لایا گیا وہ خود مسلمان تھا اور اس کا باپ کافر تھا تو آپ نے لانے والے کو فرمایا کہ اگر ابناء مہاجرین میں سے کوئی لاتے تو اچھا ہوتا۔ اس کاتب نے کہا میرا باپ اگر کافر ہے تو کیا ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد بھی تو ایسے ہی تھے، اسکی اس بات پر حضرت عمر بن عبد العزیز سخت ناراض ہوئے اور اسے معزول کر دیا۔ اس روایت کو شیخ الاسلام ہروی نے اپنی کتاب "الکلام" میں بسند ابن ابی جمیلہ سے نقل کیا اور اسمیں ہے کہ اس کاتب کا نام سلیمان بن سعد تھا۔

(الدرج المنیفہ ص۲۰، ص۲۱)

بحمد اللہ کتاب ہذا "مذہب بصلحاوی آباء المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پایہ تکمیل کو پہنچی۔

قارئین کرام سے التماس ہے کہ اگر اس مضمون کو پڑھکر ان کا ایمان تازہ ہو تو راقم کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ بحق سید المرسلین مجھے اسی طرح خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے، اور شریعت پر ثابت قدم رکھے اور میرے اس ہدیہ و تحفہ کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

وصلی علی سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ وآبائہ واھل بیتہ اجمعین الیٰ یوم الدین۔

○

اجماعِ اُمّت کے حُجّت ہونے پر

معرکۃ الآراء کتاب

الالماع فی حجّیۃ الاجماع

(عربی)

تصنیف: علّامہ محمد عبدالرحمٰن الجامی السّعیدی
ایم اے عربی / اسلامیات و گولڈ میڈلسٹ

ملنے کا پتہ

فاران اکیڈمی، ۱۷۔ بی اردو بازار، لاہور

دُعا بعد جنازہ کے استحباب پر

بے نظیر کتاب

نفع الاموات

بالدّعاء بعد الصّلوٰۃ

(زیر طبع)

تصنیف

علامہ جامی سعیدی

مجموعۂ چہل حدیث

الاربعین من

کلام سیّد المُرسلین

(زیرِ طبع)

(تالیف)

علامہ جامی سعیدی

عورت کی حکمرانی

کے عدم جواز پر

نہایت مدلّل کتاب

امارۃ المراۃ (عربی)

(زیر طبع)

تصنیف

علامہ محمد عبدالرحمٰن جامی سعیدی

مسلمانانِ عالم کے لیے انمول تحفہ

علامہ جامی کی نہایت مدلل

تصانیف

١ مذاہب الصلحاء فی آباء المصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء نسبِ نبوی پر بے نظیر کتاب

٢ الاربعین من کلام سید المرسلین ۴۰ حدیثوں کا مجموعہ

٣ نفع الاموات بالدعاء بعد الصلوٰۃ (جنازہ کے بعد دعا کے متعلق بے مثال کتاب زیرِ طبع)

٤ العلماء والصوفیاء (علماءِ دین کی فضیلت اور جاہل صوفیاء کے رد میں بہترین کتاب۔ زیرِ طبع)

٥ حلف المدعی مع الشاہد الواحد (ایک گواہ کی موجودگی میں مدعی پر قسم کے جواز پر تحقیقی رسالہ)

٦ الاطلاع فی حجیۃ الاجماع (حجیتِ اجماع پر عربی زبان میں مدلل کتاب)